حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمی قدس سرہٗ

ہادیٔ ہریانہ

ترتیب و تہذیب

منظور الحق صدیقی ایم اے

استاد ریاضیات کیڈٹ کالج

حسن ابدال

آئینۂ ادب۔ چوک مینار انارکلی لاہور

Www.MadaariMedia.Com

دم مدار
بیڑا پار
MADAARI MEDIA
The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح
سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں
سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات
سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جایئے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia
@MadaariMedia
@MadaariMedia
@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

DATA

جملہ حقوق محفوظ

بار : اوّل

تعداد : ۱۱۰۰

تاریخ اشاعت : اکتوبر ۱۹۶۳ء

کتابت : رحیم بخش

مطبع : اشرف پریس لاہور

قیمت : دو روپے

○

اہتمام

م، ع، سلام - آئینہ ادب

چوک مینار - انارکلی لاہور

Marfat.com

شبیہ مبارک ہادیٔ ہریانہ شاہ محمد رمضان
شہید مہمی رحمہ

Marfat.com

۲۹۷٫۹۹۲۴
۴۸۴۲۲
۱۱۶۹۷

ترتیب

۱ — ابتدائی زندگی اور حصول علم ۹
۲ — شخصیت اور نجی زندگی ۲۸
۳ — بعض واقعات ۳۶
۴ — علاقہ ہریانہ کی حالت ۴۳
۵ — اصلاحی کارہائے نمایاں ۶۷
۶ — محاکمہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ۹۲
۷ — تصانیف ۱۱۵
۸ — سفر حج اور شہادت ۱۴۰
۹ — کتابیات ۱۵۳

Marfat.com

"ہریانہ میوات اور سوتر میں ہزاروں
کافر آپ کے ہاتھ پر مسلمان
ہوئے اور بلا مبالغہ لاکھوں نے کفر و شرک
سے آپ کے ہاتھ پر توبۃ النصوح کی"

خان بہادر ڈپٹی مظفر احمد فضلی

تعارف

مشائخ کبار کے مقبول تذکروں میں آپ پائیں گے کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے ایک مقتول کے سر اور دھڑ کو جوڑ دیا اور انا ساگر سے ایک پیالہ بھروایا جس میں اس بڑی جھیل کا تمام پانی آ گیا۔ حضرت بابا گنج شکرؒ چالیس روز تک کنوئیں میں اُلٹے لٹکے رہے۔ سید علاؤ الدین علی صابر کلیریؒ کے ہاں شیر اپنی دُم سے جھاڑو دیا کرتا تھا، حضرت بوعلی قلندر پانی پتیؒ بارہ سال لگاتار دریا میں کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ کی پنڈلیوں کا تمام گوشت مچھلیاں کھا گئیں اور پھر ہمیں یقین دلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ان باتوں سے اسلام پھیل گیا۔ اس "مقدس" غلط بیانی کو کرامات کے کھاتہ میں ڈال کر اس پر کئی صدیوں سے خوش عقیدہ اذہان کی پرورش ہو رہی ہے۔ تذکرہ نگاروں کی اس غفلت شعاری کا نتیجہ یہ ہوا کہ صوفیاء کرام نے توسیع اسلام اور تزکیہ نفس کے لیے جو کارہائے نمایاں کیے تھے ان کی تفصیل سے دنیا محروم رہ گئی۔ بقول علامہ اقبال ؎

حقیقت خرافات میں کھو گئی ۔۔۔ یہ امت روایات میں کھو گئی

ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمیؒ اس جلیل القدر خانوادے کے گل سر سبد تھے جو سات سو سات تک ضلع رہتک میں مقیم رہا اور ان سات

Marfat.com

صدیوں میں اس خاندان کے سو فیصد مرد پڑھے لکھے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سے متعلق اس قدر تحریری مواد موجود ہے کہ ہمیں آپ کی سوانح عمری لکھنے میں زبانی روایات کا سہارا نہیں لینا پڑا۔ اس بزرگ خاندان کے بارے میں دہلی دربار ۱۹۱۱ء کی سرکاری رپورٹ کے صفحہ ۳۸۱ پر لکھا ہے:

"اضلاع حصار، رہتک، کرنال اور گوڑگاؤں کے مسلم راجپوتوں کو حلقۂ اسلام میں لانے اور ان کی اصلاح کرنے میں اس خاندان نے نمایاں کام کیا ہے۔"

اس اقتباس میں جس خدمت اسلام کا ذکر ہے اس کا زیادہ تر کریڈٹ حضرت ہادئ ہریانہ رح کو جاتا ہے۔ آپ نے جو عظیم الشان ٹھوس کام کیا اسے دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا کہ اگر خدا اس نیک بندے سے یہ کام نہ کراتا تو اس کا امکان تھا کہ ۱۸۰۳ء میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے دہلی کی زمام حکومت چھن جانے کے بعد علاقہ ہریانہ کے جری اور بہادر مسلم راجپوتوں کی اکثریت شاید اپنی قدیم حالت کفر کو لوٹ جاتی۔ آپ نے اس قدر ٹھوس کام کیا اور معاشرہ میں ایسی ایسی خوشگوار اور دیرپا تبدیلیاں کیں کہ آپ کے حکیمانہ طرز تبلیغ کا مطالعہ ہر اس شخص کے لیے مفید ہو سکتا ہے جس کا شعار خدمتِ دین ہے۔

منظور الحق صدیقی
یکم ستمبر ۱۹۶۳ء

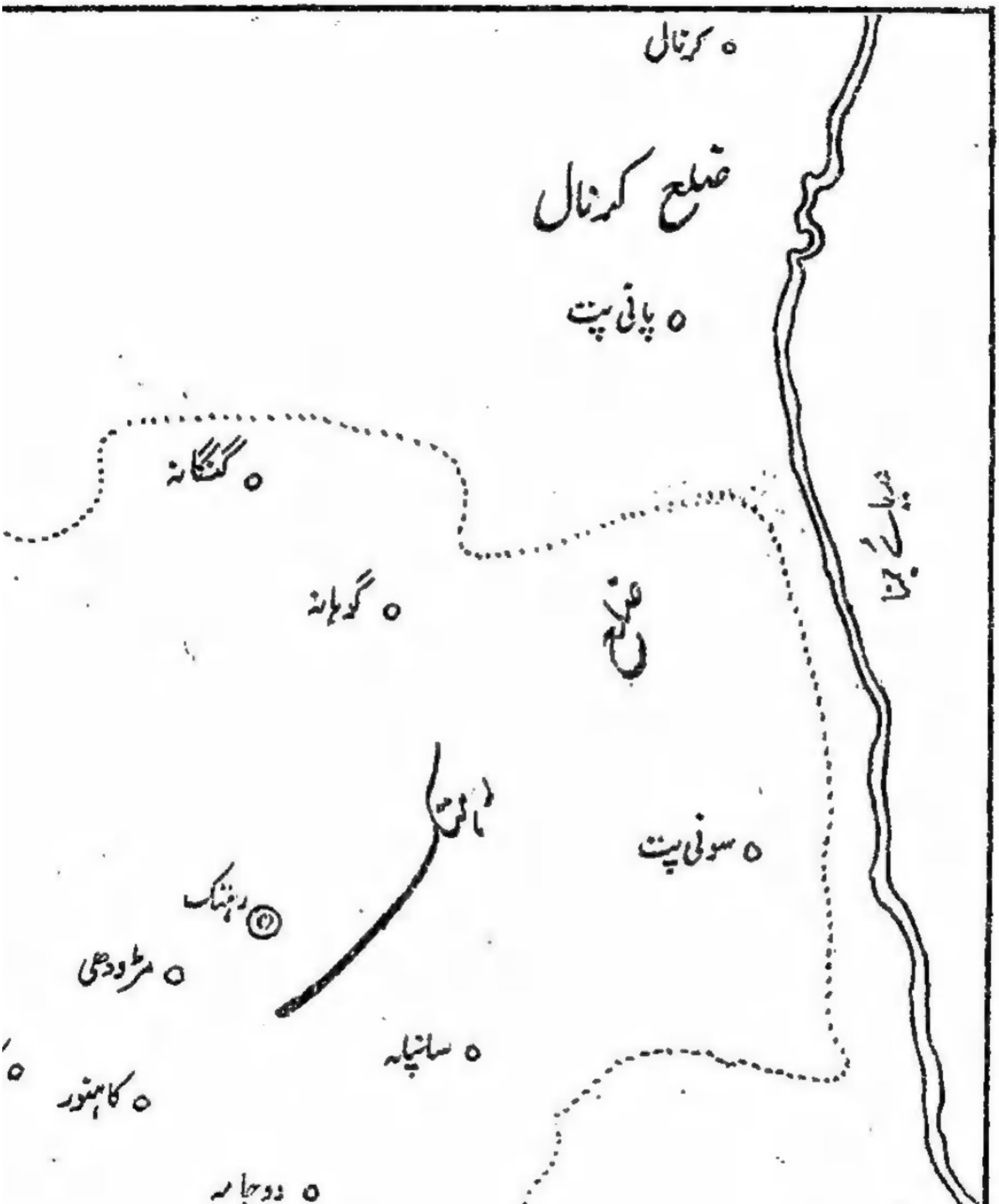
کرنال
ضلع کرنال
پانی پت
گنگانہ
گوہانہ
سونی پت
رہتک
سانپلہ
کاہنور
دوجانہ
جھجر
دہلی

Marfat.com

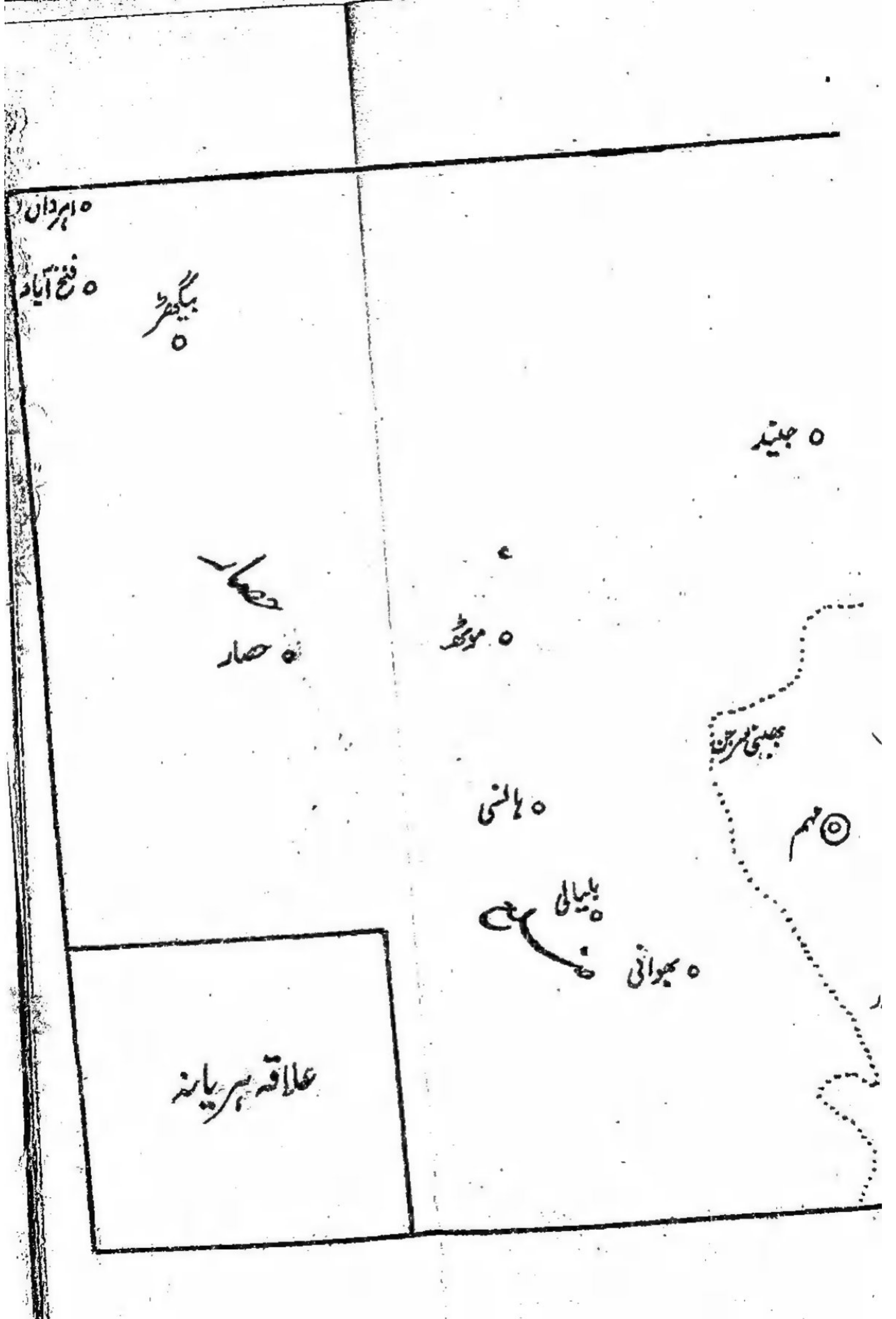

فتح آباد
بیگھڑ
جنید
حصار
ہانسی
مہم
بھوانی
علاقہ ہریانہ

۱

ابتدائی زندگی اور حصولِ علم

ولادت : ۱۱۸۳ھ ۱۷۶۹ء مہم

شہادت : ۲۸ جمادی الاوّل ۱۲۴۰ھ

۱۸ جنوری ۱۸۲۵ء مندسور

مرقد : قصبہ مہم ضلع رہتک

ہادیٔ ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کا نام تاریخِ تولد کا مظہر ہے۔
آپ کی تصنیف آخر گت کا شعر ہے ؎

محمد اور رمضان دونوں ملیں

ہزار اند یکصد تراسی بنیں

آپ مہم میں تولد ہوئے جو اب بھارتی پنجاب کے ضلع رہتک کا ایک قصبہ ہے اور اس وقت اپنے نام پر پرگنہ کا صدر مقام تھا۔ پرگنہ انگریزی عہد کی اصطلاح

Marfat.com

یں تحصیل کہلایا۔ یہ قصبہ دہلی سے چونسٹھ اور رہتک سے بیس میل کے فاصلہ پر اس قدیم شاہراہ پر واقع ہے جو دہلی سے رہتک ہوتی ہوئی ہانسی اور حصار کو جاتی ہے۔ مہم کو لفظ رحم کے عوامی تلفظ کے وزن پر پڑھنا چاہیئے۔

خاندان آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی انتیسویں پشت سے تھے۔ آپ کے اجداد میں سے زبدۃ الاولیا حضرت قاضی قوام الدینؒ جھنجیری ثم رہتکی پہلے بزرگ تھے جو ساتویں صدی ہجری میں رہتک میں سکونت پذیر ہوئے۔ قاضی قوام الدینؒ موصوف کے دو فرزند تھے مولانا افتخار الدینؒ اور مولانا کبیر الدینؒ۔ مولانا کبیر الدینؒ اور ان کے بھتیجے قاضی عماد الدین ابن مولانا افتخار الدینؒ کو سلطان معز الدین کیقباد نے ۱۲۸۷ء میں بعض خدمات سپرد کر کے مہم بھیجا۔ یہ پہلے دو مسلمان تھے جو اس قصبہ میں آباد ہوئے ؎ ازاں بعد اس پرگنہ کی خدمات خطابت، تولیت، میر عدلی، قضا،

؎ مہم میں قدیم ترین کتبہ سلطان عبد الرشید بن سلطان مسعود بن سلطان محمود غزنوی کے عہد کا ہے۔ مگر قصبہ مہم اس سلطان کی حدود مملکت سے باہر تھا۔ کیونکہ یہ قصبہ اس قدیم شاہراہ پر واقع ہے جو ملتان کو دہلی سے ملاتی ہے لہذا ممکن ہے کہ اس میں مبلغوں یا تاجروں کی کوئی جماعت دفن ہو۔ کتبہ یہ ہے: (باقی نوٹ صفحہ ۱۱)

Marfat.com

افتاء اور احتساب تمام مسلم عہدِ حکومت میں اس خاندان کے پاس رہیں۔ اسی خاندان کے ایک بزرگ مفتی فضل اللہ عرف ماہرو شاہنشاہ ہمایوں کے دبیر تھے۔ ایک اور بزرگ مفتی عزیز اللہ شہید (شہادت: ۴ محرم ۱۱۰۹ھ ۱۳ جولائی ۱۶۹۷ء) اورنگ زیب عالمگیر کے دبیر خاص تھے۔ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پدرِ بزرگوار شاہ عبدالرحیم کے مدرسہ رحیمیہ سے پہلے مفتی عزیز اللہ موصوف کا دہلی میں مدرسہ عزیزیہ علوم قرآنی کی اشاعت کا مرکز تھا۔ مفتی عزیز اللہ کے فرزند شاہ رزق اللہ الملقب بحافظ عالم خاں اور پوتے شاہ نجم اللہ الملقب بحافظ عالم خاں ثانی اور شاہ نجم اللہ کے بھتیجے شاہ سلام اللہ رہادی ہریانہ کے خسر قلعہ معلیٰ دہلی میں شہزادوں اور شہزادیوں کی تعلیم پر مامور تھے۔

ان مناصب کے علاوہ اس خانوادہ کی شہرت ان مشائخ کرام کی وجہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱) بسم اللہ التعظیم هذه المقبرة الشهداء السادات القتیل الکفار اطیب اللہ ثراهم حصل الفراغ من العمارة فی السنة العوالغرمن شهر ذی الحجه اربعین اربعمائة

یکم ذی الحجہ ۴۴۴ھ - ۷ مئی ۱۰۴۹ء

Marfat.com

سے تھی جنھوں نے اس علاقہ میں اشاعت و تبلیغ اسلام کا ٹھوس کام کیا تھا۔
ان بزرگوں میں شاہ نصر اللہ قدس سرہٗ صاحب مثنوی جنون الجانین، شاہ
رزق اللہؒ، شاہ نجم اللہؒ، شاہ کمال اللہؒ، شاہ لطف اللہؒ، شاہ عبد الحکیمؒ
شاہ واحد مولوی بدر الدینؒ اور شاہ غلام جیلانی رہتکیؒ کے اسمائے گرامی خصوصیت
سے قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت محمد یحیٰی المعروف بہ شاہ خوب اللہ الٰہ آبادیؒ متوفی
۱۷۳۱ء اپنی تصنیف ملاک الاعتقاد میں شاہ رزق اللہؒ الملقب بحافظ
عالم خاں کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ "فضیلت را بدرویشی و درویشی را بافضیلت
جمع کردہ اند" اس خاندان کے بزرگوں میں سے بعض نے مشیخت و افتا و منصبداری
جیسے بظاہر متضاد اداروں کو یکجا کر دیا تھا۔ ایک عالم اور صوفی نظم حکومت
سے منسلک ہو کر نرے فقہ باتی علم اور ذاتی واردات قلبی کی بھول بھلیاں سے
نکل کر حقیقت پسند ہو جاتا ہے۔ فقیہ و صوفی کی کشمکش ہمارے معاشرے اور
ادب کا جزو لاینفک ہے مگر اس خاندان کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ اس
کے بیشتر فقیہ صوفی تھے اور تمام صوفی با شرع تھے۔ بعض نسبتاً اہم تر مناصب
کے علاوہ ایک ہی خاندان میں ایک پرگنہ کی خدمات قضا، افتا، احتساب،
خطابت، تولیت اور میر عدلی متواتر پانچ صدی تک رہنے سے اس کے

افراد میں جو علمی سوجھ بوجھ رچ بس گئی تھی اس نے علم و فضل و مشیخت کے ساتھ مل کر ایک خوشگوار ماحول بنا دیا تھا۔

ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کے والد شاہ عبدالعظیم مجذوب تھے۔ روضۃ الرضوان میں آپ کے اجمالی حالات زندگی اور کرامات کا ذکر آیا ہے۔ دادا ولی کامل اور شیخ وقت حضرت شاہ عبدالحکیم جھمیؒ (۱۷۰۹ء۔ ۱۷۷۳ء) تھے۔ شاہ عبدالحکیم ہریانی زبان کے ابتدائی مصنفین میں سے تھے۔ آپ کی تصانیف پر مرحوم حافظ محمود شیرانی نے اورینٹل کالج میگزین لاہور کی اشاعت فروری ۱۹۳۲ء میں سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ شاہ عبدالحکیمؒ لاہور میں تولد ہوئے جہاں آپ کے والد شاہ لطف اللہؒ الملقب بعطا محمد خاں سہ ہزاری اور نائب صوبیدار تھے۔ محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں شاہ لطف اللہ نے یہ مناصب ترک کر کے خرقۂ درویشی اختیار کیا۔ قبل ازیں شاہ لطف اللہؒ کے برادر بزرگ حضرت شاہ کمال اللہؒ منصب پنجہزاری اور کتاب خانہ شاہی لاہور کی محافظت سے مستعفی ہو کر خرقۂ درویشی اختیار کر چکے تھے۔ شاہ لطف اللہؒ سے اوپر کی چار پشتیں منصب میر عدل پر فائز رہیں۔ مذکورہ بالا بزرگوں کے حالات متعدد کتابوں میں منتشر حالت میں اور روضۃ الرضوان میں

Marfat.com

میں مجملاً یکجا ملتے ہیں ہم نے اپنی تالیف مآثر الاجداد میں اس خانوادہ کے علماء مشائخ اور منصب داروں کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

بچپن ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضانؒ ابھی چار سال کے تھے کہ درویش منش فاضل دادا شاہ عبدالحکیمؒ کا انتقال ہو گیا۔ والد مجذوب تھے۔ چنانچہ آپ کی تربیت کا بار آپ کی والدہ ماجدہ پر پڑا۔ اس خاندان کا معمول تھا کہ بچوں کو ابتدائی تعلیم عام طور پر خواتین دیا کرتی تھیں۔ شاید یہی وجہ ہے اُس زمانہ میں بھی اس خاندان کا ایک مرد بھی اَن پڑھ نہ تھا اور اسّی فیصد سے زیادہ خواتین کم از کم پڑھنا ضرور جانتی تھیں۔ بعض خواتین اراضی کی خرید و فروخت اور تقسیم ترکہ کے کاغذات پر اپنی مہریں ثبت کرتیں اور بعض اپنے دستخط کیا کرتیں۔ آپ کی والدہ بی بی جمال بخت متوفیہ ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء پڑھی لکھی اور بڑی ہی باضابطہ خاتون تھیں۔ آپ نے ان سے قرآن شریف اور فقہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

زندگی کا موڑ شیخ عبدالعظیم مجذوبؒ کے دوسرے جلیل القدر فرزند حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ° حضرت ہادی ہریانہ شہیدؒ سے

° شاہ محمد اسماعیل شہید مہمیؒ (۱۷۸۹ء-۱۸۵۸ء) اپنے عہد کے جلیل القدر علماء مشائخ میں سے تھے۔ حضرت شاہ غلام جیلانیؒ صدیقی الرہتکی (۱۷۵۰ء-۱۸۴۰ء)

(باقی نوٹ صفحہ ۱۵)

Marfat.com

سترہ برس چھوٹے تھے۔ جس واقعہ کا ہم ذکر کرنے لگے ہیں اس وقت شاہ محمد رمضانؒ اپنے والدین کی واحد اولاد تھے۔ والد ماجد کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ معمولی سی زرعی زمین کے مالک تھے جس کی دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے کوئی آمدنی نہ تھی۔ گذر اوقات زیادہ تر نذرانوں پر تھی۔ شاہ محمد رمضانؒ کی والدہ اپنے مجذوب شوہر اور کمسن بچہ کو لے کر ہر سال دو تین ماہ کے لیے قصبہ کاہنور چلی جاتیں۔ یہ قصبہ مہم سے پندرہ میل کے فاصلے پر ضلع رہتک میں ہے۔ اس میں مسلم راجپوت آباد تھے۔ ان دنوں مسلم راجپوت ٹولیاں بنا کر لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ جو کچھ لوٹ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴) کے خلیفہ تھے۔ بالخصوص علاقہ سوات آپ کے فیض روحانی سے شاداب ہوا۔ سوندھ شریف ضلع گوڑگانواں کے مشہور بزرگ حضرت راج شاہ آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل مہمی کو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لینے کی پاداش میں پھانسی دی گئی۔ آپ کے ساتھ آپ کے خاندان کے بارہ سربرآوردہ حضرات کو اس جرم کی پاداش میں تختہ دار پر لٹکایا جن میں آپ کے جلیل القدر فرزند ابوالحسن مولوی سیف الرحمٰن شہیدؒ (۱۸۱۹ء – ۱۸۵۷ء) بھی تھے۔ مولوی سیف الرحمٰن شہیدؒ خان بہادر پیرزادہ محمد حسین ایم اے سی آئی ای (۱۸۵۶ء – ۱۹۲۸ء) کے والد تھے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کا مجموعہ پیرزادہ انہی پیرزادہ محمد حسین کے نام پر ہے۔

Marfat.com

کرلاتے اس کا دسواں حصّہ شاہ عبدالعظیم مجذوب کی خدمت میں پیش کر دیتے۔

شاہ محمد رمضانؒ چودہ برس کے تھے۔ ایک روز موضع کاہنور میں اپنے ہم عمروں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ نے ایک پتھر اٹھا کر پھینکا کہ درخت کے اُدپر سے ہوتا ہوا دوسری طرف چلا جائے۔ تین دفعہ کوشش کی مگر ہر بار ناکام رہے۔ ایک ہمجولی نے کہا اگر میں پھینک دوں تو کیا انعام دو گے؟ آپ نے فرمایا پاس تو کچھ نہیں۔ البتہ تمہارے مرنے کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھ کر تمہاری روح کو بخش دوں گا۔ وہ ہمجولی پتھر پھینکنے میں کامیاب ہو گیا اور واہ واہ کے بعد بات آئی گئی ہوئی۔

قضائے الٰہی کچھ روز کے بعد وہ لڑکا فوت ہو گیا۔ آپ نے وعدہ پورا کیا مگر رات کو خواب میں دیکھا کہ مرحوم ایفائے وعدہ کا مطالبہ کر رہا ہے۔ بیدار ہو کر آپ نے دوگانہ پڑھا اور اس کا ثواب روح کو بخش دیا۔ مگر رات کو پھر مطالبہ ہوا۔ غرض کئی دفعہ ایصالِ ثواب کیا اور ہر دفعہ مرحوم کو مطالبہ کرتے پایا۔ آپ نے اس کے سبب پر غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ گھر میں ماتوں میں دھاڑ کی لوٹ کا مال آتا ہے۔ وہ شرعاً حرام ہے اور یہی رزقِ حرام قبولِ دعا میں حارج ہے۔ والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم جو کچھ کھا رہے ہیں ▪▪

Marfat.com

جائز نہیں۔ اس لیے سمار اخاتون نے جواب دیا کہ یہاں تو یہی ہے اگر ہمت ہے تو کہیں حلال روزی جا تلاش کرو۔ آپ اسی وقت والدہ سے اجازت لے کر بغیر کچھ کھائے پیئے دہلی کے ارادہ سے چل پڑے۔

دہلی کے راستہ میں موضع سانپلہ پڑتا ہے۔ وہاں اس خاندان کے ایک عقیدت مند نے پیر زادہ سمجھ کر آپ کے لیے کھانا پکوایا۔ اس نے میٹھے چاول پکوائے اور ایک کورے مٹکے میں پانی لایا۔ آپ تو کسی کام میں لگ گیا۔ ایک کتے نے مٹکے میں منہ ڈال دیا۔ آپ نے تیلی کو اس کی اطلاع دی تو اس نے کہا کوئی بات نہیں وہ ہمارے گھر کا پلا ہوا کتا ہے۔ آپ بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے مگر کچھ کھائے پیئے بغیر اس گھر سے چل پڑے اور دہلی پہنچ گئے۔[۵]

حصولِ تعلیم

ان دنوں آپ کے خاندان کے ایک بزرگ شاہ سلام اللہ صدیقی المھجی (جو بعد میں حضرت شاہ محمد رمضان کے خسر ہوئے) قلعہ معلی میں شہزادیوں کی تعلیم پر مامور تھے۔ یہی وہ بزرگ ہیں جن کا حضرت شاہ عبد القادر دہلوی کے ترجمۂ قرآن میں ہاتھ تھا۔ اس ترجمہ کی زبان اس وقت کی دہلی کی زبان سے مختلف اور ہریانی زبان سے قریب ہے۔ شاہ

---

۵ روضۃ الرضوان صفحات ۴۴، ۴۵، ۴۶

سلام اللہؒ کا مرقد حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی خانقاہ کے احاطہ میں ہے
یہ خانقاہ دہلی کے مشہور قبرستان مہندیوں میں ہے۔ آپ کی وساطت سے شاہ
محمد رمضانؒ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے اور
چودہ سال تک علوم ظاہری اور باطنی سے فیضیاب ہوتے رہے۔ ہفتہ میں
دو مرتبہ منگل اور جمعہ کو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے استفادہ کرتے رہے
اور ان سے سبقاً سبقاً ان کے والد امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی
تصانیف قول الجمیل اور کتاب انتباہ پڑھیں اور دونوں کی اجازت پائی۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خاندان سے حضرت ہادی ہریانہؒ کے
خاندان کے تعلقات بڑے قدیم تھے۔ امام الہند شاہ ولی اللہؒ کے جد امجد
مفتی شمس الدین کم وبیش اسی زمانہ میں رہتک میں جا کر آباد ہوئے جب ہادی ہریانؒ
کے جد امجد زبدۃ الاولیا حضرت قاضی قوام الدینؒ اسی شہر میں سکونت پذیر
ہوئے تھے۔ قلعہ رہتک قاضی قوام الدینؒ اور ان کے خسر قاضی سلطان محمد
سرخ قریشی نے تعمیر کرایا تھا۔ اس قلعہ کے ایک جنوبی برج کے نیچے قاضی
قوام الدینؒ کی قبر ہے۔ ۱۸۵۷ء میں یہ برج حکومت نے منہدم کر دیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رح کا خاندان اس قلعہ سے باہر اس محلہ میں رہتا تھا جو اب سرائے محلہ کہلاتا ہے۔ مزار قاضی قوام الدین رح اور اس محلہ کے درمیان صرف خندق حائل تھی جو بعد میں پاٹ کر سڑک بنادی گئی۔ ان دونوں خانوادوں کے افراد میں باہمی رشتہ ہائے مناکحت بھی ہوتے رہتے تھے۔ اگلے بابوں میں شاہ محمد رمضان رح کے مفیضین میں حضرت شاہ غلام جیلانی صدیقی الرہتکی رح کا ذکر ہوگا۔ ان کے والد شاہ ادھن مولوی بدر الدین رح (۱۷۰۳ء تا ۱۷۹۱ء) کی زوجہ ثانی بی بی نادرہ امام اللہ شاہ ولی اللہ رح کے خاندان سے شیخ اکبر علی فاروقی کی دختر تھیں۔ اس فاروقی خاندان کے کچھ افراد ۱۹۴۷ء تک شاہ محمد رمضان رح کے خاندان کے ساتھ قلعہ رہتک میں آباد رہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح (۱۷۰۳ء - ۱۷۶۲ء) کے دادا یا پڑدادا رہتک سے جاکر قصبہ پھلت میں مقیم ہو گئے۔ انفاس فی مآثر الاجداد میں شاہ ولی اللہ نے اپنا یہ کرسی نامہ دیا ہے: "ولی اللہ [1] ابن الشیخ عبدالرحیم [2] ابن الشہید وجیہ الدین [3] بن معظم [4] بن منصور [5] بن احمد [6] بن محمود [7] بن قوام الدین [8] عرف قاضی قادن بن قاضی قاسم [9] بن قاضی کبیر [10] عرف قاضی بدہ بن عبدالملک [11] بن قطب الدین [12] بن کمال الدین [13] بن شمس الدین [14] مفتی بن شیر ملک بن ...." (ص ۱) ان میں سے نمبر ۶ شیخ احمد نے قلعہ رہتک سے باہر ایک سرائے بنوائی تھی جسے اب محلہ سرائے کہتے ہیں۔ ان سے

Marfat.com

اُدیپر کی پشتیں اس محلہ میں رہی تھیں۔ جسے مغل عہد حکومت تک قلعہ خورد اور بعد میں ۱۹۴۷ء تک محلہ چشتیاں یا قلعہ کہنہ کہتے تھے۔

دہلی کی سیاسی حالت

ہادیٔ ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ چودہ سال (۱۱۹۷ھ تا ۱۲۱۱ھ ۔ ۱۷۸۳ء تا ۱۷۹۶ء) دہلی میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ سیاسی اعتبار سے یہ چودہ سال بڑے ہی افراتفری کے تھے۔ کہنے کو تو شاہ عالم ثانی شاہنشاہ ہند کہلاتے تھے مگر ان کی عملداری سکڑ کر دریائے چنبل سے ستلج تک رہ گئی تھی۔ اس علاقہ پر بھی اصل حکمران وہ تھا جو طاقت کے بل بوتے پر اپنے آپ کو امیرالامراء کے منصب پر فائز کر لیتا تھا۔ نواب نجیب الدولہ کے انتقال پر ۱۷۷۰ء میں کوئل یعنی علی گڑھ کا جاگیردار افراسیاب امیرالامرا بنا۔ اس کے مدمقابل فیروزپور کا جاگیردار محمد بیگ ہمدانی، میرٹھ کا مرزا شفیع اور کئی دوسرے جاگیردار تھے۔ جلد ہی مرزا شفیع اپنی ریشہ دوانیوں میں کامیاب ہوگیا اور اس نے تین سال بعد افراسیاب کی جگہ لے لی۔ افراسیاب کب خاموش بیٹھنے والا تھا۔ وہ جلد ہی مرزا شفیع کو ہٹوا کر دوسری بار امیرالامرا بنا۔ مگر اپنے مخالفوں سے سخت خائف تھا۔ اس نے اپنی مدد کے لیے وسط ہند کے مرہٹہ سردار مادھوراؤ سیندھیا کو دہلی

Marfat.com

آنے کی در پردہ دعوت دی ۔ مادھوراؤ لشکر لے کر دہلی کی طرف بڑھا۔ اسی اثنا میں ایک جاگیردار نے افراسیاب کو قتل کر دیا۔ ۱۷۸۵ء میں مرہٹے دندناتے ہوئے دہلی میں داخل ہوئے ۔ مجبوراً شاہ عالم ثانی نے مرہٹہ پیشوا کو وزیر مملکت اور سیندھیا کو اس کا نائب تسلیم کر لیا۔ دو سال بعد غلام قادر روہیلہ نے دہلی پر قبضہ کر لیا۔ اس نے قلعہ کی دولت سمیٹ کر ۱۰ اگست ۱۷۸۸ کو گستاخ سالہ شاہ عالم ثانی کی آنکھیں نکلوا دیں۔ شہزادیوں کی جامہ تلاشی ہی نہیں بلکہ انہیں ننگا کر کے جسم کی تلاشی لی گئی بعض کو ناچنے پر مجبور کیا۔ نابینا شاہنشاہ کو پانی کی ایک ایک گھونٹ اور چنوں کی ایک ایک مٹھی کے لیے ترسایا اور تڑپایا گیا۔ اس موقع پر شاہ عالم ثانی نے جو آفتاب تخلص کرتے تھے حسب حال ایک غزل کہی جس کے چار شعر ہیں:

آفتاب فلک رفعت و شاہی بودیم
بر در شام زوال آہ سیاکاری ما

چشم ما کندہ شد از دست فلک بہتر شد
تا نہ بینیم کہ بر دیگر بیسانداری ما

مادھوجی سیندھیا فرزند جگر بند من است
ہست مصروف تلافی ستمگاری ما

Marfat.com

PANJAB UNIVERSITY LIBRARY

آصف الدولہ وانگریز کہ دستور من اند

چہ عجب گرچہ نمایند مددگاری ما

بالآخر مرہٹے آ گئے۔ غلام قادر روہیلہ نے راہ فرار اختیار کی مگر جلد ہی گرفتار کر لیا گیا اور ۱۳ مارچ ۱۷۸۹ء کو مرہٹوں کے ہاتھوں اس طرح تکہ بوٹی ہوا کہ اس کا ایک عضو بدن کاٹ کر اسے تڑپتا چھوڑ دیا جاتا اور کچھ دیر بعد دوسرا عضو کاٹ کر رقص بسمل دیکھتے ۵

11697

یہ روح فرسا اور عبرت ناک واقعات اس زمانہ میں ظہور پذیر ہوئے جب جواں سال شاہ محمد رمضانؒ دہلی میں تعلیم پا رہے تھے۔ بالواسطہ ان کا اثر آپ کی ذات پر بھی پڑا کیونکہ اب شاہ سلام اللہ صدیقی المہمیؒ آپ کے خسر بن چکے تھے اور ان کا براہ راست قلعہ معلی سے تعلق تھا۔ تاریخ اسلام میں

---

۵ ان دلخراش واقعات کی تفصیل انگریزی میں پرسیول سپیئر کی کتاب "ٹوائی لائٹ آف دی مغلز" اور اردو میں مرزا علی رضا محزون مرادآبادی کی کتاب "تاریخ عبرت افزا" میں ملاحظہ ہوں۔ ثانی الذکر کتاب روزنامچہ کی شکل میں ہے جو مرتبہ نے شاہ عالم ثانی کے ولی عہد مرزا جہاندار شاہ کے مصاحب مولوی خیر الدین خاں گوپاموی کی تحریروں سے مرتب کیا۔

Marfat.com

جب بھی ایسے واقعات پیش آئے مسلمانوں کے دلوں میں دنیوی جاہ و جلال کی بے ثباتی نقش ہوتی گئی اور رسم و رہِ خانقہی کو فروغ ہوا۔ مگر شاہ محمد رمضان مہمی ؒ کا طرزِ فکر اپنے فاضل اساتذہ کی طرح دوسروں سے مختلف تھا۔ اس انقلاب سے آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ دربارِ شاہی اور طبقہ امراء سے احیائے دین کی توقع عبث ہے۔ انہوں نے اس وقت کے شہری تمدن کو روحِ اسلام سے عاری پایا اور اس کے مردہ جسم میں روحِ حیات پھونکنے کو اللہ پر اور اپنے فاضل اساتذہ پر چھوڑ کر اپنی زندگی دیہاتیوں کے فکر و عمل میں انقلاب برپا کرنے کے لیے وقف کر دی۔

مزید استفادہ

دہلی سے سندِ فراغت لے کر شاہ محمد رمضان ؒ اٹھائیس سال کی عمر میں اپنے وطن مہم چلے گئے اور اپنی تحریک کا آغاز کیا۔ ساتھ ساتھ مطالعہ جاری رہا اور علماء و مشائخ وقت سے مزید استفادہ بھی کرتے رہے۔ زندگی کے مختلف حصوں میں آپ نے جن حضرات سے فیض پایا ان میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ اور ان کے بھائی شاہ عبدالقادر ؒ کے علاوہ سات نام قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ سید محمد عبدالعظیم گیلانی لاہوری ثم پانی پتی ؒ: حضرت ہادی ہر بانہ کے

Marfat.com

اور یہی سوانح نگار شیخ محمد عظیم الدین صدیقی الہی نے اپنی تصنیف ایں لاعتقاد میں آپ کا نام سید محمد عظیم لکھا ہے لیکن بعد کے سوانح نگاروں نے اور شجرہائے طریقت میں ہر جگہ سید عبد العظیم لکھا ہے۔ چنانچہ روضہ الرضوان اور تقیب الاولیا میں عبد العظیم لکھا ہے۔ سید محمد عبد العظیم گیلانی کی ولادت لاہور میں ہوئی۔ وطن کو خیر باد کہہ کر آپ نے پانی پت کے محلہ انصاریاں میں اقامت اختیار کی اور وہیں ۱۲۲۷ھ ۱۸۱۲ء میں انتقال ہوا۔ سلسلہ قادریہ میں سید محمد عبد العظیم گیلانی کے پیر طریقت سید حفیظ اللہ قادری (سکنہ بڈھی کھاڈو علاقہ مارواڑ) متوفی ۲۶ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ، ان کے پیر و مرشد شاہ عبداللطیف، ان کے شیخ بدھا، ان کے شیخ فتح محمد قادری، ان کے شیخ الہ داد، ان کے شیخ عبدالقادر ثالث، ان کے سید محمد غوث، ان کے شیخ زین العابدین، ان کے سید عبدالقادر ثانی، ان کے میر شمس الدین، ان کے مخدوم شاہ میرا، ان کے سید میر علی، ان کے سید مسعود، ان کے سید صوفی، ان کے سید ابو نصر، ان کے سید سیف الدین عبدالوہاب اور ان کے پیر و مرشد اور والد حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز تھے۔

حضرت بادئ ہریانہ رح نے سید محمد عبد العظیم گیلانی پانی پتی رح سے طریقہ

Marfat.com

امامیہ، وہابیہ اور قادریہ میں بیعت کی۔ سید صاحب موصوف نے اپنی تصنیف مصباح السالکین کا ایک قلمی نسخہ حضرت ہادی ہریانوی رح کو دیا تھا جو ہمارے پاس محفوظ ہے۔ واضح رہے کہ حضرت شاہ محمد رمضان کے والد کا نام بھی شاہ عبدالعظیم تھا اور آپ کے ایک خلیفہ شیخ محمد عظیم الدین صدیقی الہمی تھے۔

۲۔ شاہ غلام جیلانی صدیقی الرہتکی رح (۱۷۵۰ء - ۱۸۲۰ء): حضرت شاہ بدر الدین چشتی القادری رح کے یہ خلف اکبر زہد و اتقا میں شیخ وقت تھے۔ آپ ایک کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ آپ کی ایک تصنیف چوپائیاں سلوک سے متعلق مرحوم حافظ محمود شیرانی اورینٹل کالج میگزین لاہور کی فروری ۱۹۳۲ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں:

"یہ چوپائیاں ٹھیٹ ہریانی زبان میں لکھی گئی ہیں اور فن کی رو سے ان پر نظر ڈالتے ہوئے بلا تامل کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک بلند پایہ شاعری کی حامل ہیں۔ ہندوستان میں ہندی گو شعرا کے طبقے میں ایسے پاکیزہ خیالات و شریف جذبات کے ترجمان بہت کم شعرا ہوئے ہیں۔ کبیر اور بلھے شاہ کے ساتھ ان کا نام بھی لیا

Marfat.com

جا سکتا ہے" (ص ۲۲)

حضرت ہادی ہریانہ رح نے آپ سے منتخب الاعمال، خلافۃ الاعمال، جواہر دواہر، اسرار سالاری، جواہر نفیسہ اور لطائف السلوک وغیرہ کی اجازت پائی نیز سلاسل قادریہ چشتیہ مداریہ اور سہروردیہ میں بیعت سے مشرف ہوئے مگر باقاعدہ خلیفہ نہ تھے۔ شاہ غلام جیلانی رح کے نام شاہ محمد رمضان رح کا ایک فارسی مکتوب شرح چوپائیاں سلوک (شارح: حافظ انور علی رہتکی) میں نقل ہوا ہے۔

۳۔ حکیم غلام حسین عرف حکیم سکھوا گوہانوی رح: آجکل گوہانہ ضلع رہتک کی تحصیل ہے۔ آپ نے حکیم گوہانوی رح سے طریقہ صابریہ کی خلافت اور حزب البحر کی اجازت پائی۔

۴۔ سید غلام قطب الدین فرخ آبادی رح: قلندری سلسلہ کے بزرگ تھے۔ آپ سے قلندریہ قادریہ سلسلہ کی اجازت پائی۔ مسئلہ وحدت الوجود سے حضرت ہادی ہریانہ رح کی دلچسپی آپ ہی کی توجہ سے ہوئی۔

۵۔ شاہ ارادت اللہ رح: راجستھان میں علاقہ مارواڑ کے قصبہ نگر اسلام کے رہنے والے تھے۔ آپ سے ابوالعلائیہ سلسلہ کی

Marfat.com

اجازت و خلافت پائی۔

۶۔ حضرت شائستہ خاں دہلویؒ: آپ سے طریقہ الحمد وغیرہ کی تعلیم پائی

۷۔ میر فتح علی شاہ دہلویؒ۔

Marfat.com

۲

شخصیت اور نجی زندگی

ہادیٔ ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمی ؒ کی تحریک کی کامیابی میں آپ کے خاندان کی پانچ سو سالہ دینی خدمات اور شاہی اعزازات و مناصب ضرور مدد ہوئے ہوں گے۔ آپ کا خاندان مہم اور رہتک میں اپنے بنائے ہوئے قلعوں میں رہتا تھا۔ ان قلعوں کا آئین اکبری میں بھی ذکر ہے (ص ۲۹۲/۳۰۰ ج ۲ جیریٹ) یہ قلعے باقی آبادی سے بہت بلندی پر واقع ہیں۔ ان کی فصیلیں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد حکومت نے جزوی طور پر منہدم کرا دی تھیں قلعہ مہم بعد میں محلہ قضات اور برطانوی عہد میں محلہ پیرزادگان کے نام سے معروف ہوا۔ قلعہ رہتک کو اب تک قلعہ کہا جاتا ہے۔ لوگوں کو معلوم تھا کہ اس خاندان کے دست حق پرست پر ان میں سے بیشتر کے اجداد حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔

آپ کا قد میانہ تھا۔ بازوؤں کے اعتبار سے سادونت تھے یعنی بازو
اتنے طویل تھے کہ انگلیاں قریب قریب گھٹنوں کو چھو سکتی تھیں جسم بھرا ہوا
تھا۔ رنگ گندمی۔ پیشانی چوڑی، ابرو کشادہ، سینہ فراخ اور ریش مقطعی تھی
اس کتاب کے شروع میں ہم نے حضرت ہادی ہریانہ رح کی شبیہ مبارک کا عکس
دیا ہے۔ پیرزادہ ابراہیم حنیف (۱۸۹۱ء - ۱۹۶۰ء) اسی خاندان سے تھے اور
شاہ محمد رمضان رح کے نواسے کے نواسے اور آپ کے برادر اصغر حضرت شاہ
محمد اسمٰعیل شہید رح کے پوتے کے پوتے تھے۔ انھوں نے ایک موقع پر راقم
سے فرمایا کہ دہلی میں مصوروں کا ایک قدیم خاندان تھا جس کے ایک فرد نے
اپنے ہاتھ سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح اور ہادی ہریانہ شاہ محمد رمضان رح
کی جدا جدا تصویریں بنائیں۔ جب دہلی میں کیمرے کا چلن ہوا تو اس مصور کی
اولاد میں سے ایک شخص محمد شفیع نے شاہ محمد رمضان رح کی اس دستی تصویر کا فوٹو
لیا۔ اس فوٹو کی دو کاپیاں ان محمد شفیع فوٹوگرافر دہلی سے پیرزادہ مرحوم نے
۱۹۱۳ء میں حاصل کیں۔ پیرزادہ صاحب مرحوم کاغذ کے ایک ایک پرزے
کو سنبھال کر رکھتے اور اسے ہوا نہ لگنے دیتے تھے۔ ان کے انتقال پر
شاہ محمد رمضان رح کی شبیہ مبارک کے دونوں فوٹو پیرزادہ صاحب کے اسباب میں

سے برآمد ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک کے نیچے لکھا ہوا ہے "شبیہہ مبارک میاں رمضان شاہ حمی" اور پشت پر تصویر کش کے دستخط ہیں: "خاکسار محمد شفیع فوٹوگرافر دہلی" ان میں سے ایک کا عکس ہم نے اس کتاب کے شروع میں دیا ہے کیونکہ اس کی اشاعت سے اب کسی فتنہ یا شرک کا اندیشہ نہیں لہٰذا ہم نے اس کی اشاعت کو گوارا کر لیا۔

حضرت شاہ غلام جیلانی صدیقی الحنفی فرمایا کرتے تھے کہ "ہزاروں کوس کا سفر کیا، اچھی سے اچھی مخلوق الٰہی نظر سے گذری مگر آپ کی ظاہری صورت کا بھی کوئی انسان نہ دیکھا۔ باطنی اوصاف تو کجا" سفر حج کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کے رفقا میں سے جو واپس آئے۔ بیان کرتے تھے کہ آپ کی وجاہت و شباہت کو دیکھ کر بعض سرگوشیاں کرتے تھے کہ ہندوستان کا بادشاہ ہے۔ جو درویشوں کے لباس میں آیا ہوا ہے [۲]

ایک مرتبہ ریذیڈنٹ دہلی مسٹر آکٹرلونی اور مسٹر ولیم فریزر کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا وعظ سننے کا شوق ہوا۔ شاہ صاحب موصوف نے اپنے وعظ میں خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام کے فضائل اور مناقب

---

[۱] روضۃ الرضوان ص ۶۱ [۲] ایضاً ص ۶۰

بیان فرماتے۔ اختتام وعظ پر آکٹرلونی نے دریافت کیا کہ کیا اب بھی مسلمانوں میں کوئی ایسا ہے جو صحابہ کے مشابہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہے۔ انھوں نے شوقِ زیارت کا اظہار کیا۔ تاریخ مقرر ہوگئی۔ ہم سے شاہ محمد رمضانؒ کو کو بلوا کر اندر بٹھایا مگر انھیں کچھ نہ بتایا۔ اس روز مدرسہ میں ایک جم غفیر موجود تھا۔ آکٹرلونی بھی آئے تھے۔ حضرت محدث دہلویؒ شاہ محمد رمضانؒ کا ہاتھ پکڑے باہر نکلے اور فرمایا "میں اپنا وعدہ پورا کرتا ہوں۔ مثل اصحاب کرام یہ صاحب میاں محمد رمضان صدیقی بھی ہیں۔" مجمع میں سے کسی نے پوچھا کہ مثلِ اصحاب کرام در سیرت یا در صورت؟ آپ نے فرمایا "ہم در صورت و ہم در سیرت" اس وقت حضرت ہادی ہریانہؒ پر رقت طاری ہوگئی اور روتے ہوئے فرمایا کہ ہاتھی کا بوجھ گھوڑے پر رکھا جا رہا ہے۔"[۵]

خوش بختی سے آپ کی نجی زندگی کے بعض واقعات ایک خطّی کتاب "حالاتِ خواتین" میں مل جاتے ہیں۔ یہ کتاب اب سے نصف صدی پیشتر آپ کے بھتیجے اور دختر کی پوتی محترمہ عائشہ بیگم مرحومہ (والدہ پیرزادہ ابراہیم حنیف مرحوم) نے لکھی تھی۔ اگر یہ شائع ہو جائے تو سوانحی ادب میں

---

۵ روضۃ الرضوان صفحات ۶۷، ۶۸

Marfat.com

ایک نادر اضافہ ہوگا۔ عام گھریلو باتیں اس طریق پر لکھی ہیں کہ آنکھوں کے سامنے چلتا پھرتا نقشہ آجاتا ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تقریباً ڈیڑھ صدی کی خواتین کا حال لکھا ہے اور اس زبان میں لکھا ہے جو اس عرصہ میں گھروں میں بولی جاتی رہی۔ اپنی دادی یعنی حضرت ہادی ہریانہ کی دختر بی بی خدیجہ (۱۸۱۱ - ۱۸۹۷ء) کی زبان میں لکھا ہے۔ قوسین ہماری ہیں:

"میری اماں (زوجہ شاہ محمد رمضانؒ) ایک پاؤ سوت روز کاتا کرتیں۔ سوت کات کر چارخانہ جو اتیں جس کا پجامہ ہوتا اور چھوٹے سوتر کی انگیہ پہنتیں اور اس کا دوپٹہ اوڑھتیں۔ جب میرے باوا جی (حضرت ہادی ہریانہ رح) مکّہ گئے تھے۔ پھر میں ما آئے تو میری ماں کو دادی (والدہ شاہ محمد رمضانؒ) نے بلایا۔ میں بھی دہلی میں ہے۔ جہاں شاہ محمد رمضانؒ کے خسر حضرت شاہ سلام اللہ رح قلعہ معلیٰ میں شہزادیوں کی تعلیم پر مامور تھے۔) ہم ما آگئی اپنی ماں کے ساتھ۔ ہمارے فجر تو چنے کی روٹی پکی۔ چھا سے کھائی۔ شام کو دلیا ملا تو میں اپنی بہن سے یوں پوچھنے لگی

Marfat.com

یُوبُو یہ کیا ہے۔ اُس نے کہا یہ دلیا ہے۔ میں نے کہا میں نہیں
کھاتی اور لگی رونے پیٹنے کہ میں تو گوشت کھاؤں گی۔ میری
دادی (ہادی ہرپابنؒ کی والدہ متوفیہ ۱۸۳۷ء) کہنے لگی چھوری
کیا کہے ہے ..... میری ماں تو بولی نہیں۔ میری بہن نے کہا
اجی یہ تو گوشت روٹی مانگے ہے۔ میری دادی نے کہا پڑی رہنے
دے موئی کو۔ چٹوری بن گئی نانا کے رہ کے۔ اتنے میں میرے
باواجی (حضرت ہادی ہرپابنؒ) باہر سے آئے اور پوچھنے لگے
یہ کیوں زمین پر پڑی رو رہی ہے؟ میری بہن نے کہا باواجی ہم
نے اسے بہت ہی کہا یہ نہیں مانتی۔ کہوے ہے میں تو گوشت
کھاؤں گی۔ جب باواجی نے کہا 'آ بی بی تجھے گھی اور گڑ دلواؤں۔
چل اماں جی کے پاس'۔ مجھے اٹھا کے لے گئے اور دادی سے
کہا 'اماں جی یہ تمہاری بیٹی تو دلیہ نہیں کھاتی اسے گھی اور گڑ
دے دو....' دادی نے کہا 'موئی کے آگ ڈال۔ یہ تو بیٹا بگڑ
جاگی' باواجی نے کہا 'اماں جی ایک دو دن میں اس کی عادت
سنور جاگی۔ پھر جو تم دوگی وہی کھا دے گی'....

Marfat.com

اب (میں) نو برس کی ہوئی تو باداجی نے دوسرے کے حج کی طیاری کی تو دادی نے کہا 'بیٹا میں کدھی اجازت نہ دوں گی' بیٹی کا بیاہ کہ دے تو جانے دوں گی، باداجی نے کہا 'اچھا اماں جی جو تم حکم کرو میں وہی کروں گا' وہ گیارہ مہینے باہر رہتے۔ روزدں ما گھر آتے۔ اب کے آئے تو دادی سے پوچھا 'اماں جی خدیجہ کی سگائی کہاں کروگی؟' کہنے لگی: سگائی کو کیا باہر جاؤں گی۔ گھر ما چھوکرا ہے۔ تیرے بھائی کا بیٹا (شاہ عبدالغنیؒ بن شاہ محمدؒ اسماعیل شہید دہلویؒ) اس سے کردوں گی، پوچھا کیا بھائی نے کہا ہے یا تم آپ کہو گی؟ جواب دیا بیٹا میرے جیتے جی کون نو اولاد کا ہے اور کون تیرا بھائی۔ میں آپ کروگی'۔

اب میری بری دان کا ذکر ہوا تو میرے باداجی (شاہ محمدؒ رمضانؒ) نے کہا 'میں تو یہ دان دوں گا: ایک پیڑھا کاٹ کا، چکی، تکیہ بکری کے چمڑے کا جس کے اندر کھجور کے پتے ہوں گے، بوریا، مسواک، جوتے، ستر پیوند کی چادر' دادی نے پوتے اور پوتی کا دان نکالا۔ تین سو کا زیور،

Marfat.com

سو ہنڈے اور بہت سے برتن دیئے ..... سارے شہر کی دعوت ہوئی۔ جہاں اب خانقاہ ہے وہاں دیگیں چڑھیں اور چالیس گایاں کٹیں۔ پلاؤ کی روٹی ہوئی۔ ایک محلہ ہر روز آکر کھاتا۔ اپنا محلہ بھی ہر محلہ کے ساتھ کھاتا۔" (صفحات ۱ و ۲)

Marfat.com

۳

بعض واقعات

ہادیٔ ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان مہمی رحؒ کی شہادت کو آج ایک سو اڑتیس[1]
سال گزر جا چکے ہیں مگر آپ کے خاندان کے افراد اور عقیدت مندوں کی زبان
پر آپ سے متعلق سینکڑوں واقعات اس طرح آتے رہتے ہیں گویا کل کی بات
ہے۔ گو بہت سی زبانی روایتیں بھی بے اصل نہیں مگر ہم انھیں نظر انداز کرتے
ہوئے انیس الاعتقاد اور روضۃ الرضوان سے چند واقعات یہاں نقل کرتے
ہیں:

۱۔ آپ کے خلیفہ شیخ عظیم الدین کو آپ کی سوانح حیات لکھنے کا خیال پیدا
ہوا۔ قلم دوات لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا "حالات
ما گناہاں است" (میرے حالات زندگی میں گناہوں کے علاوہ اور کچھ نہیں)

۲۔ ایک روز دہلی میں مجمع کثیر میں سرگرم وعظ و نصیحت تھے۔ ایک قاصد آیا۔ اور

آپ کے اکلوتے خوردسال فرزند کی وفات کی خبر سنائی۔ سن کر آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا الحمد للہ آنحضرت کی یہاں بھی پیروی ہوگئی اور پھر وعظ میں مصروف ہوگئے۔

۳۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ نے شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر شاہ محمد رمضانؒ کا پتہ دریافت کیا اور کہا کہ رویا میں ایک بزرگ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جھولا جھلاتے دیکھا میری التجا پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ محمد رمضان ہیں۔ شاہ محمد اسحاق نے فرمایا کہ وہ شہید ہوچکے ہیں مگر ان کا راز افشا نہ کرتے پھرو۔

۴۔ یارہ وفات کے موقعہ پر درگاہ قدم شریف دہلی ضرور تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ وہاں جاتے جاتے سواری کو لوٹا دیا۔ سوئے اتفاق اسی روز مجمع میں ایک گڑبڑ ہوگئی اور اٹھارہ آدمی مرگئے۔

۵۔ ہریانہ کے اکثر مقدمات کا فیصلہ آپ ہی کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ دہلی کے نوربافوں کے خاندان کا ایک تنازعہ کا فیصلہ فرمایا۔ قوم کے چودھری نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ نوربافوں نے آکر التجا کی تو آپ کے منہ سے نکل گیا کہ ہم نے تو شریعت کے مطابق فیصلہ کردیا جو نہ مانے کنویں میں پڑے

خدا کی قدرت چند روز بعد وہ چودھری کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں تانی تنی ہوئی ہوئی تھی۔ وہ بچ کر دوسری طرف ہوا۔ وہاں کنواں تھا۔ اس میں گر کر مر گیا۔

۶۔ ایک روز آپ بہلی میں سوار ہو کر قلعہ دہلی میں ضیافت کے لیے جا رہے تھے۔ داخلہ کا انتظام لاہوری دروازے سے تھا۔ ابھی چاندنی چوک (دہلی کا ایک کشادہ بازار) میں پہنچے تھے کہ ایک کمبل پوش درویش نے بہلی پر ہاتھ رکھ دیا۔ آپ نے گاڑی بان کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ درویش موصوف تھوڑی دیر نگاہ سے نگاہ ملا کر فتح پوری کی طرف چل دیئے۔ زبان سے کچھ نہ کہا۔ قلعہ کے قریب پہنچ کر آپ نے گاڑی بان سے فرمایا کہ دہلی دروازے سے اندر چلو۔ جب دہلی دروازے پر پہنچے تو شاہی کارندوں نے معذرت کی کہ آپ کو تکلیف ہوئی ہو گی۔ اطلاع تو لاہوری دروازے کی دی گئی تھی مگر اسی دروازے سے بادشاہ سلامت سے ملاقات کے لیے بڑی ڈنٹ آ رہے ہیں لہٰذا اس دروازے سے عام آمد و رفت بند کر دی گئی۔ آپ نے فرمایا ہم ادھر گئے ہی نہیں۔

۷۔ ایک روز دوجانہ سے موضع کاہنور تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ

میں دیکھا کہ ایک ہندو جاٹ درد سے تڑپ رہا ہے۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا ہوا۔ اس نے کہا "تو رام تو ہے نہیں جو پوچھ کر مجھے اچھا کر دے گا۔ پھر بتا کے کیا کروں" آپ نے گاڑی سے اتر کر دیکھا تو اسے نا ہوسے کا مرض تھا۔ آپ نے کلام ربانی پڑھ کر دم کیا۔ اسی وقت درد جاتا رہا۔ جاٹ دعائیں دیتا ہوا گاؤں کی طرف چلا گیا۔ بلند آواز میں کہتا جاتا تھا کہ جسے رام دیکھنا ہو دیکھ لے یہ جا رہا ہے۔ گاؤں کے چھوٹے بڑے اس "رام" کے درشن کو نکل آئے اور آپ کی بہیلی کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ طاقت رام میں ہے نہ مجھ میں۔ فقط اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

۸۔ دہلی کا انگریز ریذیڈنٹ ولیم فریزر ہندوستانیوں سے بہت میل جول رکھتا تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس کے قتل (۱۸۳۵ء) میں اعانت کے جرم میں مرزا داغ دہلوی کے والد نواب شمس الدین خاں والی فیروز پور جھرکہ کو پھانسی دی گئی تھی۔ عوام اسے زبیدن اور فریدن کہا کرتے تھے۔ اس انگریز حاکم نے جو ان دنوں نائب ریذیڈنٹ تھا ضلع رہتک کے موضع گنگانہ کی ایک قبول صورت ہندو جاٹنی کو اغوا کر کے اپنے گھر میں ڈال لیا تھا۔ اس اغوا پر مسلمانوں اور ہندوؤں میں بے چینی پھیل گئی تھی۔ فریزر نے حضرت

Marfat.com

شاہ محمد رمضانؒ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اپنے مریدوں کو بدامنی سے باز رکھیں
آپ نے اس معاملہ میں پڑنے سے انکار کر دیا اور فرمایا جاٹنی والیس ہونی چاہیئے
اس پر ناراض ہو کر فریزر نے حضرت ہادی ہریانہ کے والد کی وہ جاگیر ضبط کر
لی جو بھیلی سرجن اور اس کے توابعات مالو اور سارنگ پر مشتمل تھی - لفظ بھینی
پنجابی لفظ ڈھوک کا ہم معنی ہے - یہ بھینیاں ہم سے چار پانچ میل کے فاصلہ
پر ہیں اور نواب دوجانہ عبدالصمد خاں نے ۱۸۰۸ء میں شاہ عبدالعظیمؒ مجذوب
کو بطور نذر پیش کی تھیں -

ولیم فریزر نے جس ہندو جاٹنی کو اغوا کیا تھا، اس کا نام سَردَن تھا -
ہریانی زبان میں سردن کا گیت اب تک مقبول ہے - ہمارے پاس اس
گیت کا وہ قلمی نسخہ ہے جسے مرحوم حافظ محمود شیرانی نے اورینٹل کالج
میگزین لاہور کی اشاعت فروری ۱۹۳۲ء میں نقل کیا -

سَردَن کا گیت

دُھر کلکتہ سے چلا فریدن، پانچوں پیر منائے پانچوں پیر منائے
پانچ مقام دلّی میں کر کے چھٹا گنگا نے گاؤں دب جانے چھٹا گنگا نے گاؤں

Marfat.com

دھوئے کنویں پہ تنبیو تانا، سروَن ملتی ناہ   رب جانے سروَن ملتی ناہ
گلی گلی چپڑاسی پھر گئے۔ گھر گھر تھانیدار   ترا موبو تھانے دار
کہے فریدن گام سنائے سُن لے سارا گام   ترا موبو سارا گام
جو کوئی سروَن بھال لگا دے۔ ہاتھی دوں انعام   رب جانے ہاتھی دوں انعام

کسی بَیری نے بھال لگائی، سَروَن کھیت کو جائے   رب جانے سروَن
سر پہ چھبڑا ہاتھ ماہ درانتی: باجرہ کاٹن جائے   ترا مربو باجرہ
باجرہ کاٹتی سروَن پکڑی، درانتی ڈھونگے ماہ   ترا مربو
سروَن رو رو گال سنائے ہنس ہنس ٹالے تھانیدار   ترا مربو تھانیدار

ہاتھ ماہ بیلوا، بیلوے میں کنگھی، سیس گندھاون جائے   رب جانے
ایسا تو بہر مرا گوندنا ئی کے، سانپ لہریے کھائے   ترا مربو
نایاں کے گھر سروَن بیٹھی، باہر پکارے تھانیدار
سروَن رو رو گال سنائے، ہنس ہنس ٹالے تھانیدار

Marfat.com

،لٹا سلٹا گو تدرے نائی گے ۔ ہٹسا ڈالیو جای   ترا مریو
ملنا ہے تو مل رے جائی گے، پھر کیا ہو نریاہ
بھائی بہنیاں سب تو مل گئے، امی چند ملتا ناہ
گام گنگا نے سو لبو بسیو، امی چند اُڈتا جا   ترا مریو

ء

دھرتی کا بیٹھنا چھوڑ دے ری سرون، مونڈھے کا بیٹھنا لے
اوڑھنی کا اوڑھنا چھوڑ دی ری سرون، ٹوپی کا پہنا لے
گھگرا، آنگی پہرنا چھوڑ دے ری سرون، ساتے کا پہرنا لے
پیپکا بیٹھنا چھوڑ دے ری سرون، گانا بجانا لے
شرم لاج کو چھوڑ دے ری سرون، ہاتھ ملانا سیکھ

۴

ہریانہ کی حالت

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بڑے عالم شہروں کو اپنا مرکز بناتے ہیں۔ یہاں خیال کی اشاعت کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں۔ ان کے لیے اجڈ گنوار دیہاتیوں کی سطح پر آکر اشاعت دین کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ مصلحین کے ابتدائی مخاطب بھی ذی شعور لوگ ہوتے ہیں اور پھر ان کے ذریعہ عوام میں تحریک پھیل جاتی ہے۔ ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ نے بھی شہروں کو نظر انداز نہیں کیا۔ چنانچہ نماز جمعہ اکثر دہلی میں ادا کرتے اور وہاں وعظ بھی کرتے تھے۔ کرنال، حصار، رہتک، گوڑگانواں، مغربی اترپردیش (یوپی) اور راجستھان کے اکثر شہروں میں آپ کی محفل وعظ و تلقین منعقد ہوتی رہتی تھیں۔ تاہم آپ کی زیادہ توجہ ہریانہ، سونہ اور میوات کے دیہات کی طرف تھی۔

ضلع حصار کے اکثر حصے، ضلع رہتک کے نصف حصے اور دادری اور

Marfat.com

دو جانہ کے بعض حصوں پر مشتمل علاقہ کو ہریانہ کہتے ہیں۔[۵]

اضلاع رہتک، حصار اور ان سے ملحقہ دوسرے اضلاع کے بعض حصوں کو جہاں حضرت ہادی ہریانہؒ کی تحریک زیادہ موثر ثابت ہوئی ہم آگے کے صفحات میں سہولت کے لیے ہریانہ سے موسوم کریں گے۔ ہریانہ میں کسی زمانہ میں بھی مسلمان کل آبادی کا بیس فیصد سے زیادہ نہیں ہوئے۔ چند دیہات میں مسلمان اکثریت میں تھے باقی ہر گاؤں میں دو دو چار چار مسلم گھرانے تھے۔ اس علاقہ میں بلوچ، پٹھان اور عربی النسل مسلمانوں کی معمولی سی تعداد تھی۔ باقی مسلمانوں کے آبا حضرت ہادی ہریانہؒ کے اجداد اور دوسرے بزرگانِ دین کی مساعی سے مسلمان ہوئے تھے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں راجپوتوں کی تعداد زیادہ تھی۔

ہادی ہریانہ کی اصلاحی تحریک کا آغاز ۱۷۹۶ء میں ہوا۔ یہ تحریک اُنتیس سال تک اپنے بانی کی رہنمائی میں چلتی رہی۔ اس عرصہ کا بیشتر حصہ اور اس سے پہلے کے کچھ سال کو ہریانہ کا دورِ بدامنی کہنا مناسب ہے۔

۵۔ امپیریل گزیٹیئر ج ۱۳ ص ۱۵ اور امپیریل گزیٹیئر انڈو مسلیکا ۱۳-۱۹۱۲ء ص ۳۵

Marfat.com

پایہ تخت کے قرب اور صوبہ دہلی کا ایک حصہ ہونے کی وجہ سے اس کا نظم و نسق اچھا رہا۔ مغل حکمرانی کے عہدِ پیری میں بادشاہ کے وکیل مطلق (ریجنٹ) کی حیثیت سے ۱۷۸۵ء میں علاقہ دہلی کا انتظام مرہٹوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ ان کی سکھوں اور جاٹوں سے روز روز کی لڑائیوں نے علاقہ کا امن تباہ کر دیا۔ میرٹھ کے مرہٹہ گورنر اپا کانڈی راؤ کے انتقال پر اس کے منہ بولے بیٹے اور فوجی سردار جارج طامس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے ۱۷۹۸ء میں ہانسی کو اپنا صدر مقام بنایا۔ شاہ محمد رمضان کا وطن مہم بھی اسی کی حدود مملکت میں تھا۔ کئی خونریز لڑائیوں کے بعد مرہٹوں نے اسے گرفتار کر لیا (۱۸۰۲ء)۔

اگلے سال ۱۱ ستمبر ۱۸۰۳ء کو مرہٹوں کو شکست دے کر انگریز دہلی میں داخل ہو گئے۔ انگریز سپہ سالار لارڈ لیک پیش قدمی کر کے سکھوں سے ٹکر نہ لینا چاہتا تھا۔ اس نے یہ علاقہ اپنے وفاداروں میں تقسیم کر دیا۔ روہتک اور مہم کا علاقہ پہلے ہادی ہریانہ کے خاندان کے سربرآوردہ فرد مستقیم الدولہ محمد احسان خان بہادر نصرت جنگ کو پیش کیا گیا۔ ابن مفتی عبدالرحمان ابن مفتی محمد جعفر ابن مفتی حبیب اللہ صدیقی المہمی انھوں نے اس پیش کش

Marfat.com

کو قبول نہ کیا تو یہ علاقہ پہلے نواب معین الدین خاں پھر نواب احمد بخش خاں والیٔ لوہارو اور ۱۸۰۶ء میں نواب عبدالصمد خاں بانیٔ ریاست دوجانہ کو ملا۔ چنانچہ اس پر ۱۸۰۹ء تک حکمران رہے۔ آخر الذکر نواب حضرت شاہ محمد رمضان رح کی اصلاحی تحریک کے پرزور حامیوں میں سے تھے۔ انھوں نے حضرت ہادیٔ ہریانہ رح کے والد بزرگوار شاہ عبدالعظیم رح کو اس کے نواح میں ایک جاگیر نذر کی۔ یہ جاگیر بھیبی پور، جن، ماتو اور سارنگ پر مشتمل تھی۔ اس عہد بد امنی میں نواب عبدالصمد خاں بھی اس علاقہ کا انتظام نہ کر سکے۔ سکھوں نے اس علاقہ کو روند ڈالا اور مجبوراً نواب نے یہ علاقہ انگریزوں کو واپس کر دیا۔

۱۸۰۹ء میں ہریانہ براہ راست ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضہ میں آ گیا اور صوبہ دہلی کا حصہ قرار پایا۔ صوبہ دہلی کے انگریز حاکم اعلیٰ کو ریزیڈنٹ کہتے تھے۔ یہ کسی قاعدے کے ماتحت نہ تھا۔ اس کی صوابدید پر صوبہ کے انتظام کا انحصار تھا۔ اس کے تین سے چھ انگریز نائبین ہوتے جو اپنی ناتجربہ کاری اور کم عمری کے باعث کسی بھی انتظام کو چلانے کے نااہل تھے۔

۱۸۱۵ء میں "سول کورٹ کا صدر مشکل بیس سال کا ہوگا .... فوجداری

Marfat.com

کی عدالت کا صدر اس سے کبھی چھوٹا تھا"[1]۔ ان نوکھردں نے علاقہ میں وہ ادھم مچائی کہ لوگ سکھوں اور مرہٹوں کے مظالم بھول گئے۔

نام نہاد عدالتیں قائم ہوئیں تو جھوٹ فریب اور رشوت ستانی نے فروغ پایا۔ قدیم پنچایتوں اور قاضی کی عدالت کے برخلاف ان اضلاعی عدالتوں میں مقدمہ بازوں کو جھوٹ بولنے کی تربیت دینے کے لیے وکیل مل گئے۔ "پنچایت کے سامنے ایک شخص آسانی سے جھوٹ نہ بول سکتا تھا کیونکہ حاضرین اس کی زندگی بھر کے اقوال و اعمال سے بخوبی آگاہ تھے۔ اگر وہ صداقت سے انحراف کرتا تو اس کا پڑوسی بخوبی اس کی تردید کر دیتا"۔ لیکن اب دور دراز عدالت میں کوئی بھی باریک بین اور چوکنا پڑوسی نہ ہوتا جو اسے راہ راست پر رکھتا۔ کوئی باخبر مجمع نہ ہوتا جو شاباش یا تف سے دوال تبصرہ کرتا رہتا"[2]۔

عدالتوں کے ساتھ پولیس آئی جس سے متعلق اس زمانہ میں لارڈ منٹو نے اوبر کو لکھا "پولیس کا انتظام بے حد و حساب ظالمانہ ہے"[3]۔ "تفتیش کا سہارا

---

[1] بہ حیلول سپیئر: ٹوی لائٹ آف دی مغلز ص ۹۴

[2] ٹوی لائٹ آف دی مغلز ص ۹۴ [3] ٹوی لائٹ ص ۹۵

لے کر یہ ہر کہ ومہ کو تھمانے میں لے جاتی جس سے لوگوں کی نظروں میں بزرگوں کی وقعت گر گئی۔ یہاں تک کہ بھنگی جن سے سراغرسانی کا کام لیا جاتا تھا اپنے آپ کو سرکار کا خفیہ افسر سمجھتے۔

بیگار نے لوگوں کی عزت نفس کو کچل کر رکھ دیا۔ انگریز افسر، ان کے کارندے اور یورپی سیاحوں میں سے ہر ایک اپنے اس "حق" کو استعمال کرتا۔ دیہات سے بیل گاڑی، اونٹ، دستکار، مزدور ہر ایک سے مفت کام لیا جاتا۔ لوگ چپڑاسیوں کے بنڈل اُٹھائے ہوئے میلوں تک ساتھ چلتے۔ کسی ملازم کی سواری آتے دیکھ کر لوگ بھاگ بھاگ کر چھپ جاتے۔ گاؤں سے دور گئی ہوئی عورت اپنے بچے کے ساتھ یا اس معصوم کو کلیجہ سے لگائے ہوئے اور ساتھ ہی کسی بڑے آدمی کا ساز و سامان اٹھائے ہوئے نظر آتی اور یہ بڑا صاحب ہاتھی پہ ٹوٹا ہوتا یا پالکی میں بیٹھا ہوتا۔[۵]

لیکن جس چیز نے علاقے کے لوگوں کو مفلوک الحال بنا دیا اسے مالیہ کا جائز نام دیا جاتا تھا۔ کمپنی کے ابتدائی دور میں گاؤں کے مالیہ کی نیلامی بولی ہوتی۔ اور دہلی کے کسی مہاجن کے نام چھوٹ جاتی۔ کمپنی اس سے نقد روپیہ

۵ لوی لائٹ آف دی مغلز ص ۹۱

Marfat.com

وصول کر لینی اور بصورت اناج کی صورت میں من مانے بھاؤ پر مالیہ وصول کرتا۔ اکثر حالات میں جان بوجھ کر یہ قرض سود در سود کے بعد وصول ہوتا رہتا۔ زمین کا بندوبست زمین کی پیمائش کے بغیر کیا جاتا۔ پھر دو تبدیلیاں کر دیں۔ گاؤں کے چودھری یا کسی جاگیردار کے نام ٹھیکہ کی بولی چھوڑ دی جائے اور دوسری یہ کہ جنس کی بجائے نقدی میں مالیہ وصول کیا جائے۔ فصل کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر لیا جاتا۔ اپنے نصف میں سے کاشتکار کو مزید چار واجبات دینے ہوتے:

(۱) پٹواری کا الاؤنس

(۲) سرکاری ہرکاروں کی آؤ بھگت کے اخراجات

(۳) چوکیدار کی تنخواہ

(۴) جعلی سکوں کا تاوان: حکومت مالیہ کے ہر پیسے کے ساتھ فی روپیہ کچھ رقم وصول کرتی تھی اور کہتی تھی کہ یہ اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے ہے جو حکومت کو کھوٹے سکوں سے ہوتا ہے۔

اس طرح جھلسنے والی دھوپ میں مہینوں عرق ریزی کرنے کے بعد کسان کے پاس اتنا بھی نہ بچتا تھا کہ اگلی فصل تک اپنے بچوں کا پیٹ پال سکے۔ وہ وقت آ گیا کہ زمیندار نے کہا کہ اپنی کھیتی باڑی کو وسعت دینے کی ہم کیوں کوشش

Marfat.com

کریں جب ہماری نسل گورنمنٹ سے جاتی ہے جو مرہٹوں سے زیادہ خون چوسنے
کی عادی ہے اور افغانوں سے زیادہ نا اہل۔ پھر بھاگ بھاگ کر دوسری جگہ
بس جانا شروع ہوا.... کرنال میں بندوبست افسر کا سامنا کرنے کی بجائے
دیہاتی سب کے سب بھاگ گئے..... قبائل میں کوئی بات کرنے والا نہیں کیونکہ
وہ بے آباد ہو گیا ہے۔ تین سالہ بندوبست کے دیہات کی فہرست کے سامنے
لگاتار متروکہ و برباد شدہ لکھا جاتا[۵]۔"

نتیجہ یہ نکلا کہ جھوٹ اور فریب کو فروغ حاصل ہونے لگا۔ خاندان کے بزرگوں کی وقعت کم ہوئی تو نظم خاندان میں رخنے پڑ گئے۔ صدیوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی دیہاتی خودمختاری کا خاتمہ ہوا۔ اس سے پہلے مرہٹہ گردی کے زمانہ میں بعض قبائل خانہ جنگی میں مصروف تھے تو اب ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور میں حکومت کی جابرانہ اور تباہ کن پالیسی کی وجہ سے ان کی جنگجویانہ صلاحیتوں کو جلا ملی اور اکثر قبائل کی توجہ کاشتکاری سے ہٹ کر رہزنی کی طرف ہو گئی۔ رہزنی اور غارت گری کا شمار جائز پیشوں میں ہونے لگا۔ ہندوؤں کو موقعہ مل گیا کہ اپنے ہم نسل مگر تعداد میں بہت کم مسلمان جاٹوں اور راجپوتوں کو تبدیلی مذہب پر

۵۔ پرسیول سپیر: ٹوائی لائٹ آف دی مغلز صفحات ۱۰۸ و ۱۰۹

Marfat.com

مزاحمت کرنا تھیں مسلم راجپوتوں میں سے کسی کی ایک نے بھی نسلیں اسلام پر گذری تھیں، کو کسی کی پابندی تھی۔ جن دیہات میں وہ اکثریت میں تھے وہاں تو ہندو حملہ آوروں کا دندان شکن جواب دیتے۔ بلکہ قوت لا یموت سے مجبور ہو کر وہ ٹولیاں بنا کر ہندو دیہات پر خود بھی حملہ کر دیا کرتے۔ جن دیہات میں مسلم راجپوت اقلیت میں تھے وہ اس حد تک ہندوؤں کے ساتھ معاشرتی مصالحت پر مجبور ہو گئے کہ وہ نماز نہ پڑھتے اور ٹھاکر دواروں میں جا کر دیوی کی پوجا کر لیا کرتے۔

مسلم جاٹ تعداد میں بہت ہی کم تھے۔ کسی گاؤں میں بھی ان کی اکثریت نہ تھی۔ انھیں اب تک مولا جاٹ کہا جاتا ہے۔ یہ بیچارے اس حد تک مجبور ہو گئے کہ انھوں نے اپنے نام ہندوؤں کے سے رکھ لیے اور یہ مصالحت اتنی دیرپا ثابت ہوئی کہ ڈیڑھ صدی گذرنے کے بعد ہم نے خود بیسیوں مولا جاٹ ایسے دیکھے ہیں جن میں سے کسی کا نام رام دین تھا تو کسی کا رام سنگھ یا شکھ رام مگر کہتے اپنے آپ کو مسلمان تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ہریانہ کے مولا جاٹوں میں تقریباً نصف نے ہندومت اختیار کر لیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی دورِ حکومت میں علاقہ دہلی میں، جس میں تمام ہریانہ شامل تھا، جنگل کا قانون رائج تھا۔ اس بدنظمی کا حال اس زمانہ

Marfat.com

کے ریذی ڈینٹ - دہلی سر چارلس مٹکاف سے سُنیئے:

"جیسے دہلی میں اتنی فوج نہ تھی کہ نزدیکی دیہاتیوں کو خوف زدہ کیا جائے۔ جب ریذی ڈنٹ کے اختیارات کی خلاف ورزی اس شہر کے ارد گرد چند میل میں ہوتی تھی۔ جب اس کی ضرورت تھی کہ بالکل ہی نزدیک ریذی ڈنٹ کے اختیارات منوانے کے لیے دوسرے ضلع سے فوج منگوانی پڑتی اور بندوقوں سے مسلح پیدل فوج کی ایک بٹالین اور سواروں کا ایک سکواڈرن استعمال کرنا پڑتا۔ جب گشتی دستوں کو ہراساں کرنے والے دہقانیوں کی وجہ سے فوج تیار رکھی جاتی۔ جب دیہاتیوں کو غیر مسلح کرنا لازمی تھا۔ جب عملاً تلوار ہل کا پھل بنا دی گئی تھی۔ جب ہر قریہ چوروں کا ساجھی تھا اور شہر دہلی کے متصلہ دیہات کے سجتے بجے کیے ہوئے تھے جن میں ہر ایک رشتہ دار اپنی مقررہ حدود میں لوٹ مار کیا کرتا۔ جب یہ لازم تھا کہ بندوبست کرنے والے افسر کے ہمراہ پیدل فوج کی پوری کمپنی ہو اور اس فوج کو بھی تباہی کا خطرہ لاحق ہوتا اور اسے طعنے ملتے کہ تمھاری توڑے دار بندوقیں

Marfat.com

ہم دیہاتیوں کے بچوں کے کھلونے بنیں گی۔ جب ایک روپیہ مالیہ وصول کرنے کے لیے جو بالارادہ کم مقرر کیا گیا تھا (!!) بندوقوں سے مسلح پیدل فوج کی ایک بٹالین بھیجنی پڑتی تھی۔ جب صرف ایک گاؤں کو، جو بے فصیل اور ذرائع مدافعت سے عاری ہوتا، مطیع کرنے کے لیے پیدل فوج کی پانچ بٹالینوں کے علاوہ سوار اور توپ خانہ ضروری سمجھے جاتے تھے اور جب حملہ کا انتظار کیے بغیر دیہاتی اس فوج پر حملہ کر بیٹھتے تھے اور اپنی بھرتی سے کم از کم تھوڑی دیر کے لیے اس بڑھتی ہوئی فوج کے قدم ڈگمگا دیتے تھے؎

مذہبی اور معاشرتی حالت

مسلمان حکمران چھ صدی تک تخت دہلی پر رونق افروز رہے مگر دہلی کے گرد و نواح پر نظر ڈالی جائے تو پچاس ساٹھ میل کے قطر میں ایک ضلع بھی ایسا نہیں تھا جہاں مسلمان کل آبادی کا چالیس فیصد سے زیادہ ہوں۔ دہلی میں کس کس پایہ کے علما اور مشائخ ہوئے ہیں مگر یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہریانہ کے جنگجو قبائل دینی اعتبار سے اتنے بنجر تھے کہ وہ ان فیض کی نہروں

؎ انڈیا آفس ہوم مس سیلینیس ۷۷۶ رپورٹ آف ۱۸۱۵ء پیرا ۲۰۱

Marfat.com

سے بھی شاداب نہ ہوسکے۔ ہمارے پاس متعدد ایسے شاہی فرامین موجود ہیں
جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کم و بیش ہر مسلمان بادشاہ ہریانہ کے بعض علمی اور صوفی
منش خانوادوں کو وجہ مدد معاش کے طور پر جاگیریں دیتا رہا تا کہ وہ اسلام
کی اشاعت و توسیع کر سکیں۔ مثلاً صرف ہانسی ہریانہ کے خاندان کے افراد
کے نام جو فرامین بچ رہے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ علما، مشائخ، خطیب،
موذن، مسجد کے جاروب کش، بعض طالب علم اور بے سہارا خواتین کو تمام مسلم
عہد حکومت میں حکومت کی طرف سے مدد معاش ملتی رہی۔ اکثر فرامین میں اس
کی وجہ یہ لکھی ہے کہ "ہیچ وجہ معیشت مقرر نیست"۔

چنانچہ فرمان اکبری مصدرہ ۹۸۳ھ کی رو سے مشیخت مآب صلاح آثار
شیخ اشرف وجماعہ کو مواضع کوتانہ اور پاڈیاں میں تین سو سات بیگھہ پختہ یعنی
۱۹۱ ۷/۸ ایکڑ (ایک بیگھہ = ۵/۸ ایکڑ: ڈسٹرکٹ گزیٹیئر روہتک ۱۹۱۰ء)
اسی حکمران کے ایک دوسرے فرمان مجریہ ۹۸۱ھ کی رو سے فضیلت شعار
صلاح آثار شیخ احمد و جماعہ کو دو سو بیگھہ پختہ یعنی ایک سو پچیس ایکڑ زمین
ملی۔ فرمان اکبری مجریہ ۲۸ ربیع الثانی ۹۸۲ھ کے مطابق مبلغ دو ہزار
چار سو تیس بیگھہ یعنی ۱۵۱۸ ۳/۴ ایکڑ اراضی کے:

(۱) شریعت مآب فضیلت آیات تقوی شعار قاضی اشرف و جماعہ کو ۳۹۵ بیگھہ

(۲) منتخبہ المشائخ العظام شیخ حبو خطیب و جماعہ کو ۱۰۸ بیگھہ پختہ

(۳) تقوی شعار صلاح آثار مفتی محمد و جماعہ کو ایک ہزار بیگھہ پختہ یعنی ۶۲۵ ایکڑ اراضی بطور وجہ مدد معاش ملی ۔

مذکورہ بالا اسما کے ساتھ جو القاب ہیں وہ شاہی فرامین سے نقل ہوئے ہیں اور جماعہ سے مراد افراد کنبہ ہیں۔ جن کا کفیل نامبردہ ہوتا تھا۔ اسی فرمان کی رو سے ایک طالب علم شیخ محمود کو چھپن بیگھہ اراضی ملی اور رقم جزیہ میں سے ایک تنکہ یومیہ ملا حالانکہ اس طالب کے والد حیات تھے اور صاحب جاگیر تھے ۔

شاہنشاہ جہانگیر کا ایک فرمان محفوظ ہے جس کی رو سے ایک خاتون بی بی پوہن کو ۱۷۵ بیگھہ اراضی ملی ۔ فرمان عالمگیری مجریہ ۵ رمضان ۱۰۸۶ھ کی رو سے صلاحیت آثار خان محمد موذن اور جاروب کش مسجد کو دو سکہ مبارکہ یومیہ ملتے تھے ۔ فرمان عالمگیری مصدرہ ۱۳ ربیع الاول ۱۰۸۱ھ کی رو سے مشیخت مآب شیخ اجمیری وغیرہ کو پچاس بیگھہ اراضی ملی ۔ اسی شاہنشاہ

کے فرمان مجریہ ۱۱ المحرم ۱۰۹۳ھ کے ذریعے دس خواتین کو دو سو بیگھہ اور فرمان مجریہ غرہ ربیع الاول ۱۰۹۶ھ عہد عالمگیری کی رو سے "مسماۃ قیاحق بانو، خدیجہ، رقیہ، رفیعہ و رضیہ از ابنائے زبدۃ الاولیا قاضی قوام الدین رہتکی" (حضرت ہادی ہریانہ کے ہند میں مورث اعلیٰ) کو پچاس بیگھہ اراضی محض اس لیے ملی کہ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا یعنی علمی اور مشائخ کے خاندانوں کی بے سہارا خواتین کو اپنے کھاتے پیتے رشتہ داروں کے رحم و کرم پر نہ چھوڑ دیا جاتا تھا بلکہ ان کے معیار اخلاق اور عزت نفس کو قائم رکھنے کے لیے حکومت کی طرف سے مالی امداد ملتی تھی۔ اسی قسم کے بعض فرامین شاہ عالم ثانی تک کے عہد کے موجود ہیں۔

شاہی اعانت اور علما و مشائخ کی مساعی کے باوجود ہریانہ میں مسلمانوں کی تعداد مجموعی آبادی کا تقریباً چھٹے حصے سے بڑھنے نہ پائی جن میں مسلم راجپوت اکثریت میں تھے۔ انھیں رانگھڑ کہا جاتا تھا۔ یہ خونخواری کی حد تک دلیر تھے۔ ملک کے سیاسی عدم استحکام اور جاٹوں، مرہٹوں اور سکھوں کی یورشوں نے ان کی خوئے غارت گری کو اور بھی جلا دی۔ بلکہ لوٹ مار اور غارت گری میں ہندو جاٹوں اور اپنے ہم نسل ہندو راجپوتوں پر بھی

Marfat.com

سبقت لیے ہوئے تھے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ اگر وہ ان باتوں میں دوسروں سے بڑھ کر نہ ہوتے تو شاید تبدیلیٔ مذہب کی وجہ سے ختم کر دیے جاتے۔ ہم عصر اور ذرا بعد کی کتابوں اور غیر مطبوعہ نظموں، کہاوتوں اور روایتوں سے اٹھارویں صدی عیسوی کے ہریانہ کے راجپوتوں کی دینی اور معاشرتی حالت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ دور جاہلیت میں عرب اپنی نومولود لڑکیوں کو زندہ یا مار کر دفن کر دیا کرتے تھے۔ مگر بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخیر تک ہریانہ کے بہت سے مسلمان راجپوت اپنے آپ کو کسی کا سالہ یا خسر کہلانا عار سمجھتے تھے اور اپنی لڑکیوں کو زندہ یا مار کر دفن کر دیا کرتے تھے۔ جو راجپوت ایسا نہ کرتے وہ اپنے قدیم رسم و رواج کے مطابق قریبی رشتہ داروں میں اپنی لڑکی کی شادی نہ کرتے۔

تمدنی اعتبار سے مسلم اور ہندو راجپوت میں کوئی نمایاں فرق نہیں تھا۔ ان کا لباس، ان کی تقویم، ان کی زبان، رہن سہن اور عید بقر عید کے علاوہ تہوار اور دیگر مشاغل ہندو راجپوتوں کے سے تھے۔ وہ ہولی اور دیوالی بھی مناتے تھے۔

Marfat.com

ان میں مذہب کے نام پر وہ تمام توہمات موجود تھیں جو ہندو اصنام پرستی کا خاصہ ہیں۔ لونا چماری، سرور سلطان، شیخ سدو، زین خان اور گوگا پیر ان کے خیالی دیوتا تھے جن کے غضب سے بچنے کے لیے منتیں مانتے، چڑھاوے چڑھاتے اور کئی اور رسوم ادا کرتے۔

ایسی توہم پرستی تو آج کے مسلمانوں میں بھی کہیں نہ کہیں مل جائے گی مگر ایک عام قاری کو یہ معلوم کر کے صدمہ ہوا ہوگا کہ ہریانہ کے راجپوت مسلمان اب سے دو صدی پہلے دختر کشی کیا کرتے تھے اس پر اتنا اور اضافہ کر لیجیے کہ یہ "مسلمان" دیبی کی پوجا بھی کرتے تھے۔ اور یہ بت سیتلا (چیچک) کا تھا۔

خان بہادر پیرزادہ مظفر احمد فضلی (۱۸۵۷ء - ۱۹۳۰ء) ڈپٹی کلکٹر اشمار ۱۸۹۰ء میں حصار کے علاقہ سوتر میں تحصیلدار تھے۔ انھوں نے حضرت ہادی ہریانہ کے ایک ہم عصر ہریانوی راجپوت عالم حافظ رحمت خاں کی کتاب موسومہ تحفہ ایمانی اور دوسرے تحریری ریکارڈ کے مطالعہ کے بعد اپنی کتاب نقیب الاولیا کی جلد دوم دفتر دوم مطبوعہ ۱۳۳۲ھ میں علاقہ سوتر کے مسلم راجپوتوں کے متعلق لکھا:

Marfat.com

"عرب جاہلیت میں جیسا کہ قبیلہ قبیلہ کا بت جدا تھا اسی طرح ہند
میں ہر کام کے واسطے نئی بدعت اور نیا شرک قوم کا مسلّم آئین
ہو رہا تھا۔ کیا مرد کیا عورت کھلے بند کفار کی رسوم کے پابند تھے
دھڑلے سے مسلمان دیبی کو پوجتے تھے۔ پیپل، جنڈ، کیکر کی
پرستش کرتے تھے۔ آگ کو دیبی، چراغ کو دیوتا جانتے تھے۔ گنگا
کو مانتے تھے۔ دودھ، اناج، مالی، دھن، بیل، گائے، بھینس،
پیر، استاد، ماں، باپ کی قسم کھاتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ
جس گھر میں آٹھوں پہر آگ محفوظ رکھی جاوے گی وہ گھر نہ صرف
افلاس کی تاریکیوں سے محفوظ رہے گا بلکہ آگ کی عزت سے نعمتوں
کی برکات کا نور اس گھر کے در و دیوار پہ سورج بن کر چمکتا رہے گا
..... عورتوں نے دودھ کا نام برہمن رکھا ہوا تھا"[1]

یہی مصنف اپنی تصنیف سیمرغ میں ہریانہ کے اٹھارویں صدی عیسوی
کے مسلم راجپوتوں کے تمدن کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ ہم خوف طوالت سے صرف

---

[1] صفحہ ۳۵

Marfat.com

بعض شعر نقل کرتے ہیں:

۱- ہے جو ہریانہ میں قوم راجپوت
سر بسر ہے میرے دعوے کا ثبوت

۲- ان کا یہ آئین یہ دستور تھا
ہر کوئی اس رسم پر مجبور تھا

۳- لڑکی جب ہوتی تھی پیدا لاکلام
زندہ در گور اس کو کرتے تھے تمام

۸- جانتے تھے کسر شان داماد کو
قتل کرتے دختر ناشاد کو

۱۰- ہر قبیلے میں یہ رسم عام تھی
زندگانی موت کا پیغام تھی

۱۲- لڑکیوں ہی کی نہ تھی کچھ گت بری
شرک سے تھی ملک میں حالت بری

۱۳- سیتلا کو پوجتے تھے جابجا
یہ مرض گویا کہ اک معبود تھا

Marfat.com

۱۶ - ہولی دیوالی مناتے تھے تمام
کافروں کی رسم پر تھے خاص وعام

۱۷ - مانتے تھے بھوت پریوں کی نیاز
جانتے تھے ان کو اپنا کارساز

۱۹ - ذہن خاں کی منتوں کا دور تھا
شرکیا یں کفار کا سب طور تھا!

۲۰ - ہر گلی کوچہ میں با شور فغاں
تھا علم گوگا کی چھڑیوں کا فشاں

۶۱ہ ہریانہ میں ہولی اور دیوالی کے تہوار تقریباً تمام ہندی الاصل مسلمان منایا کرتے تھے۔ حضرت ہادی ہریانہ کی مساعی سے مسلمانوں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ کی شہادت کے بعد ہمیں ایک مثال ایسی ملتی ہے جہاں بعض مسلمانوں نے ہولی منائی۔ چنانچہ روضتہ الرضوان میں مرزا ولی بیگ رئیس ہانسی کا ذکر آیا ہے جس نے ہولی منائی اور حضرت ہادی ہریانہ رح کے جانشین حضرت شاہ عبدالغنی (۱۸۱۳-۱۸۹۱ء) نے اس سے توبہ کرائی۔ ۶۲ہ مشہور ہے کہ گوگا پیر بیکانیر کے موضع ددایرہ یا دُدریرہ کا چوہان راجپوت تھا۔ اس کا باپ جیور بی اور ماں سمات باچھل دختر (باقی ۶۲ص)

۲۳ح - تھا کوئی لونا چماری کا غلام
ٹوٹکوں میں جانتا تھا اپنا کام

۲۴ح - شیخ سدّو کی نیازوں کا تھا زور
مول تھا بکروں کا بس کچھ سے کچھ اور

۲۵ح - ہر بشر کے شرک سے میلی دہار
تھا زباں پہ نعرۂ یا دم مدار

(بقیہ حاشیہ ۱۹) راجہ کنور پال سرد یہ تھی - یہ سمت ۱۲۰۶ (۱۱۴۹ء) میں پیدا ہوا زمین کے تنازعہ پہ اس نے اپنے بھائیوں کو قتل کر دیا - اس کی ماں نے بد دعا دی - یہ صحراؤں اور جنگلوں میں مارا مارا پھرتا رہا - کرب کی حالت میں اس نے دعا مانگی کہ زمین پھٹ جا اور مجھے سما لے - ایک آسمانی آواز آئی کہ یہ اسی صورت میں ممکن ہے تو مسلمان ہو جائے - یہ مسلمان ہو گیا - اور زمین نے اسے نگل لیا - اس وقت اس کی عمر اکیاون سال تھی - اس کا مزار حصار سے پینتیس ۳۵ میل کے فاصلہ پر علاقہ بیکانیر میں ہے جس کے متولی چہال راجپوت ہیں جو مسلمان ہیں - مرہٹے اسے رشی کا درجہ دیتے تھے - ۲۳ح لونا چماری ٹونے ٹوٹکوں کے فن کی امام سمجھی جاتی تھی - اگر یہ کوئی افسانوی شخصیت نہیں تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کس زمانہ میں تھی - آسیب کے اثر (باقی ص۶۵)

۲۷ - ٹھاکروں کی بھینٹ چڑھتی تھی کبھی
غیر کے سجدے میں گھستے تھے جبیں

۲۸ - گودتے تھے تیل سے اپنا بدن
اک نئی تصویر تھا ہر عضو تن

۲۹ - میتوں پر سوگ رکھتے سال بھر
بین کرتے ان کے حال و قال پر

۳۳ - جانتے تھے دست بردی کو کمال
شیر مادر تھا انھیں غیروں کا مال

(بقیہ صفحہ ۶۲) سے نجات پانے کے لیے اس کا وسیلہ تلاش کیا جاتا تھا۔ ۱۲ کبھی جب کسی کو خلل دماغ ہو جاتا تو یہ باور کر لیا جاتا کہ شیخ سدو کی بد روح جھوکی باؤلی کی جوان بکرے کی قربانی مانگتی ہے۔ چنانچہ یہ قربانی دی جاتی ۲۲ بھنگ کے نشے میں ملنگ "یا دم مدار" کا نعرہ لگاتے ہیں۔ رسالۃ الاشجار، فلاح دارین اور تجلیہ سہروردی سے معلوم ہوتا ہے کہ جن بزرگ کو شاہ مدار کہتے ہیں ان کا نام بدیع الدین تھا۔ مزار مکن پور میں ہے اور تاریخ وفات ۸ جمادی الاول ۸۴۰ھ ہے۔ ان سے تصوف کا مدار یہ سلسلہ چلا۔ صوفیا کے نزدیک قطب مدار کا ہر زمانہ میں ہونا ضروری ہے

۴۴۔ جانتا کوئی نہ تھا روزہ نماز
محو تھا نام خدائے بے نیاز

آگے چل کر معلوم ہوگا کہ اس بیان میں قطعی شاعرانہ مبالغہ نہیں۔ اسی مصنف نے آگے بتایا ہے کہ کس طرح ہادیٔ ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید رحمہ نے ایک ایک کرکے ان میں سے ہر رسم و رواج کا خاتمہ کردیا:

۴۹۔ غیب سے ظاہر ہوا ابر کرم
جس کا سر مرکز تھا نیسان رحم

۵۲۔ حضرت رمضان نے باعزم درست
وعظ پر باندھی کمر ہمت کی چست

۵۳۔ قوم کو تعلیم دی تلقین کی
قوم کو باتیں سکھائیں دین کی

۵۴۔ قوم کی تھی روزمرہ جو زبان
مسئلے اس میں کیے سارے بیاں

۵۶۔ ان کو سمجھائے مفصل کھول کر

Marfat.com

ٹھیٹھ موتی ان کی بولی بول کر

٥٧- ہو گئی اک آن میں کایا پلٹ
شرک و بدعت کا گیا دفتر الٹ

٦٥- گل ہوا رسم جہالت کا چراغ
ہو گیا سرسبز پیغمبر کا باغ

٦٧- لڑکیاں لڑکوں سے پیاری ہو گئیں
باغ میں پھولوں کی کیاری ہو گئیں

٧١- شرک میں ڈنکا بجا اسلام کا
راجپوتوں کا فلک پر غل ہوا

٧٥- اندھے چوٹے دیوتاؤں کے ہوئے
ڈیڑھ پونے ناسواؤں کے ہوئے

٧٦- زین خاں نے لی رہ ماسک فرار
لب کو بھولا نعرہ یا دم مار

٧٧- کفر پہ غالب ہوا حق کا چلن
شیخ سدو کا ہوا بکرا ہرن

Marfat.com

۷۸۔ گُل ہوا دیبی کی منت کا چراغ

ہے دلِ شیطان میں حسرت کا یہ داغ

۷۹۔ سرنگوں گوگا کا جھنڈا ہو گیا

جوشِ نارِ جہل ٹھنڈا ہو گیا

مگر یہ اصلاح اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے نہیں ہوگئی جیسا کہ درج بالا اشعار سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک عظیم مصلح حکومت کی مدد کے بغیر لاکھوں انسانوں کی کس طرح کایا پلٹ سکتا ہے۔ اس کا بیان ہم اگلے باب میں کریں گے۔ اگر اس وقت ان قبائل کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تو اس کا قوی امکان تھا کہ ۱۸۰۳ء میں مسلمانوں کے ہاتھ سے زمام حکومت چلے جانے کے بعد یہ اپنی قدیم حالت کفر پر لوٹ جاتے اور اس طرح یہ خود بھی خسارے میں رہتے اور مسلمان بھی ان لاکھوں جری بہادروں سے محروم رہ جاتے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت عیسیٰ کی تحریک کے نتیجہ پر یہ لوگ تمدنی، معاشی اور اخلاقی اعتبار سے اپنے ہم نسل ہندو اچھوتوں سے ہر حال میں بدرجہا بہتر ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں یہ تمام قبائل ہجرت کر کے پاکستان آگئے۔ آزادی و تعمیر پاکستان میں ان قبائل کی خدمات بڑی ہی درخشاں ہیں۔

Marfat.com

۵

اصلاحی کارہائے نمایاں

تیسرے باب میں ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمیؒ کی کتاب زندگی سے صرف آٹھ معمولی واقعات محض اس لیے درج کر دیے گئے تھے کہ ایک طبقہ ایسی ہی باتوں کو عظمت کی دلیل سمجھتا ہے۔ اس باب میں جن اوصاف کا ذکر ہوا ہے بیشک وہ آپ کی بلندی کردار کے آئینہ دار ہیں مگر ہیں بہرکیف شخصی۔ آپ نے معاشرہ میں اتنی زیادہ اور ایسی خوشگوار اور اتنی بنیادی تبدیلیاں کیں جن کے اثرات اب بھی بآسانی محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ بقول مصنف نقیب الاولیا:

> "ہریانہ، میوات اور سوتر میں ہزاروں کافر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بلا مبالغہ لاکھوں نے کفر و شرک سے آپ کے ہاتھ پر توبۃ النصوح کی"۵

---

۵ نقیب الاولیا جلد ۲ دفتر دوم ص ۷۵

Marfat.com

آپ کے بارے میں محقق حافظ محمود شیرانی مرحوم اورینٹل کالج میگزین کی اشاعت فروری ۱۹۳۲ء میں لکھتے ہیں ۔

"وہ ہریانہ دیس کے صحیح معنوں میں مصلح اور ہادی ہیں ۔ ان کی عملی زندگی کے کئی پہلو ہیں یعنی فقہی، روحانی، اصلاحی اور ادبی"

کارکنوں کی تربیت

آپ ہر طالب کو بیعت نہیں کیا کرتے تھے مگر جسے بیعت سے مشرف فرمالیتے وہ آپ کے رنگ میں رنگا جاتا۔ اس کی تربیت کا پورا خیال رکھتے ۔ مہم میں ذکر و عبادت اور مہمان خانہ کے طور پر استعمال کرنے کے لیے ایک دو منزلہ حویلی تعمیر کرائی تھی ۔ کیونکہ محلہ بھی بلندی پہ تھا اس لیے پانچ میل سے نظر آتی گرمی میں اپنے آبائی محل کے زیریں دوڑ تہ خانے میں قیام ہوتا تھا۔ وہیں بیسیوں درویش آپ کے ساتھ حلقہ زن ہوتے ۔ باقی درویش محلہ اور شہر کی مساجد میں ذکر الہی میں مشغول رہتے ۔ درویشوں کی یہ جماعت خود کھیتی کیاری کر کے اپنے اور غریب مسافروں اور مستحقین کے لیے غلہ پیدا کرتی ۔ کھیتی کے لیے زمین کچھ تو ان درویشوں کی اپنی تھی اور کچھ زمین مسلم راجپوتوں نے دے دی تھی ،

Marfat.com

جسے دوہلی کہتے تھے۔ ان دوہلیوں کے سرکاری واجبات اہل دہ ادا کرتے اور فصل خریف کا فنڈ ہوتی۔ مواضع کاہتی، پوٹھی ضلع روہتک اور تاتک اور دانگ، ضلع حصار کی دوہلیاں تو شاہ شہید کے ورثاء کے پاس ۱۹۴۷ء تک تھیں گو ان کی آمدنی تمام تر مزارعین کے مصرف میں آیا کرتی تھی۔

اس فنڈ سے حضرت بادی ہر بانہؒ اپنی ذات پہ کچھ خرچ نہ کرتے بلکہ اپنی آبائی زرعی زمین کی مختصر سی آمدنی میں گزر اوقات کیا کرتے۔ گذشتہ سطور میں رہائشی محل اور حویلی کا ذکر ہوا ہے۔ یہ محل آپ کے پڑدادا شاہ لطف اللہ الملقب بہ عطا محمد خاں سہ ہزاری نائب گورنر لاہور نے بنوایا تھا۔ شاہ محمد عثمان کے زمانہ میں عمارت کے اعتبار سے تو اسے محل کہا جا سکتا تھا مگر ساز و سامان کی قسم کی اس میں چیزیں نہ تھیں۔ صبح چنے کی روٹی چھاچھ کے ساتھ اور شام کو نمکین یا گڑ کا دلیہ آپ کی عام خوراک تھی۔ آپ کی اہلیہ گھر کے استعمال کے لیے خود چکی پیستیں اور سوت کات کر اپنے اور بچوں کے لیے کپڑے بنواتیں۔ اس خاتون کے والد شاہ منتوں تھے۔ دہلی میں قیام تھا۔ قلعہ معلیٰ میں شہزادیوں کی تعلیم پہ مامور تھے ان نیک بی بی کی پرورش دہلی میں ہوئی مگر انھوں نے کبھی یاں نہیں

Marfat.com

کھایا۔

درویشوں کی جماعت کو آپ خود تلقین فرمایا کرتے تھے۔ انہی میں ایک احمد نامی گاڑی بان تھا جو ہندو جوگی سے مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں رہتا تھا اور آپ کا رتھ بان تھا۔ اس کی ناز برداریاں دیکھ کر ایک بار آپ کے پیرو مرشد سید محمد سعید اعظم گیلانی لاہوری ثم پانی پتی رح نے فرمایا "میں نے بارہا سوچا کہ تمہارے پاس سینکڑوں آدمی کیونکر کھنچے چلے آتے ہیں اور اگر جانے کا نام نہیں لیتے اور جاتے ہیں تو روتے ہوئے جاتے ہیں آج معلوم ہوا کہ تمہارا حلم سب کو کھینچ لیتا ہے۔"ؔ

ان درویشوں میں ایک انگریز بھی تھا۔ دہلی میں آپ کا وعظ سن کر حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ ان تربیت یافتہ درویشوں نے تبلیغ و اشاعت دین کا بڑا کام کیا۔ یہ ہادئ ہریانہ رح کی اصلاحی تحریک کے فعال ترین کارکن تھے۔ آپ کے رشتہ دار بھی ان درویشوں کا نام عزت سے لیتے اور تعظیماً ان کے نام کے ساتھ لفظ میاں جی ضرور استعمال کرتے۔

ایک تبلیغی دورہ | ان درویشوں کی معیت میں آپ سال کے کم و بیش

ؔ روضۃ الرضوان ص ۸۵

گیارہ مہینے وطن سے باہر رہتے۔ ماہ رمضان گھر پر عبادت و ریاضت اور تصنیف و تالیف میں گزارتے۔ ایسے ایک دورے کا حال رحمۃ اللہ علیہ، وقتہ الرضوان اور تعقیب الاولیا میں تفصیلی درج ہے۔ جسے ہم اختصار کر کے یہاں درج کرتے ہیں۔ حوالے نقیب الاولیا سے ہیں:

آپ حضرت قطب جمال ہانسویؒ کی درگاہ میں ہانسی میں قیام فرما تھے کہ سوتر کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وفد میں شاہ محمدؒ بودلہ، مولوی نور محمدؒ سکنہ رانیہ، حافظ رحمت خاں سکنہ موسیٰ کھیڑہ اور رفاقتی غلام محمدؒ فتح آبادی بھی تھے۔ یہ ضلع حصار کے سربرآوردہ نیاز مند بزرگ تھے۔ انھوں نے عرض کیا "آپ کے فیض برکات سے ہریانہ اور تمام ملک آں سوئے حصار، رسوم قبیحہ سے نجات پا چکا ہے۔ لوگ فسق و فجور سے تائب ہو چکے ہیں۔ دختر کشی کی دیرینہ رسم مفقود ہو چکی ہے۔ لیکن سوترہ اور کیتانہ میں ہنوز خاص و عام اس بلا میں گرفتار ہیں۔ سارنگ لنبا بگھیڑ کا نمبردار ..... جہالت .... میں اپنے زمانہ کا ابوجہل ہے۔ اسی طرح فتح آباد میں لدھو نامی تمن دار کبر و غرور میں فرعون بے سامان ہے۔ سوترہ میں دختر کشی کی رسم انہی مردکوں کی پامردی سے زندہ ہے۔"

ے صفحہ ۴۹

Marfat.com

یہ باتیں سن کر آپ بہت ملول ہوگئے۔ آبدیدہ ہو کر بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوئے۔ اگلے روز اس وفد اور اپنے درویشوں کی جماعت کے ساتھ ہانسی سے چل پڑے۔ راستہ میں جو آبادی آئی وہاں وعظ و تلقین کرتے ہوئے بیگھڑ پہنچ گئے۔ بیگھڑ مسلم راجپوتوں کا قصبہ تھا جنہیں پچھاوے کہتے تھے۔ پچھاوے غالباً اس لیے کہا جاتا تھا کہ یہ دوسرے راجپوتوں کی نسبت جنہیں دیس وال کہا جاتا تھا کچھ نسل بعد اس علاقہ میں آکر آباد ہوئے۔ مگر یہ اس تخصیص کو ناپسند کرتے تھے۔ بیگھڑ ضلع حصار کی تحصیل فتح آباد کے صدر مقام سے چار پانچ میل کے فاصلہ پہ واقع ہے۔ یہاں آپ نے کئی روز قیام فرمایا۔

پہلے روز مجمع کثیر کے سامنے وعظ فرمایا۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہو رہا تھا کہ سارنگ نمبردار سے نہ رہا گیا وہ دوران وعظ اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ ہمیں شریعت کے احکام ماننے میں کوئی عذر نہیں مگر اپنی لڑکیوں کو زندہ رکھ کر کسی کا سالہ یا سسر بننا ہمیں گوارا نہیں۔ نیز اپنے بزرگوں کی طرح ہم اس بات کو بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ اپنی چچا زاد بہن کو اپنے نکاح میں لے آئیں۔

سارنگ علاقہ میں بااثر تھا اور اس کے ہم خیالوں کو بھی کمی نہ تھی اسی لیے اُسے دورانِ وعظ آپ کو ٹوکنے کی جسارت ہوئی۔ اِس سے جلسہ میں کچھ بدمزگی کے آثار پیدا ہونے لگے مگر آپ نے نہایت اطمینان سے اسے سمجھانا شروع کیا۔ اس میں قبولیت حق کی صلاحیت نہ تھی۔ وہ اپنی بات پر اڑا رہا مگر حاضرین کی اکثریت پر آپ کے وعظ کا اچھا اثر پڑا اور اسی محفل میں چند لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر ان دونوں برائیوں سے توبہ کی۔

اس قصبہ میں موعظہ حسنہ کا سلسلہ چند روز جاری رہا۔ لوگ آ آ کر تائب ہوتے رہے۔ آپ کے قیام کی خبر گرد و نواح کے دیہات میں پھیل گئی۔ وہاں کے نیک سرشت لوگ بھی آئے اور مشرکانہ رسوم سے تائب ہوئے۔ وہاں جو گنتی کے چند ایک پڑھے لکھے تھے ان میں اپنی تصانیف تقسیم فرمائیں۔ اور فرمایا کہ ان کا وعظ محلہ محلہ اور گھر گھر ہو۔ یہاں آپ نے حافظ مستقیم کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے فتح آباد کا عزم کیا۔ حافظ مستقیم بیگھڑ میں امام مسجد تھے اور قرآن بھی پڑھایا کرتے تھے۔

فتح آباد میں ابھو رامی تمن دار نے آپ کی مخالفت کی۔ لوگوں نے آپ کے لیے طعام کا انتظام کیا مگر آپ نے فرمایا کہ جس آبادی کے مسلمان رسم دختر کشی

Marfat.com

سے تائب نہیں ہوتے میں وہاں لوگوں کی دعوت قبول نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آپ وہاں سے چل پڑے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ آپ کے روانہ ہوتے ہی لدھو پر ہیضہ کا حملہ ہوا۔ اس نے اسے قدرت کا ہاتھ سمجھا اور اسے یقین ہو گیا کہ حضرت شاہ محمد رمضانؒ کو ناراض کرنے کی پاداش میں قدرت نے یہ سزا دی ہے۔ ابھی آپ چند میل ہی گئے تھے کہ لدھو زمین دار کے آدمیوں نے آ کر اس کی طرف سے معافی مانگی۔ آپ واپس تشریف لے گئے۔ مریض کو دوا دی اور اس کے لیے دعا مانگی۔ آپ کی موجودگی ہی میں اس قصبہ کے تقریباً تمام مسلمان دختر کشی سے تائب ہو گئے اور باہمی رشتہ داریوں پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔ یہاں قاضی غلام محمد کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے آپ علمائے سوتر کے ساتھ مواضع عیالکی، اہرواں، بہونہ وغیرہ کا دورہ کر کے عازم وطن ہوئے۔

اس دورے میں "آپ کے وعظ ارشاد تعلیم و تلقین کی برکتوں سے ....
دختر کشی کی ظالمانہ رسم بند ہو گئی۔ اسلام کے اصول کے موافق آپس کی رشتہ داریاں عام طور پر ہونے لگیں۔ چوروں نے چوری چھوڑ دی، رہزنوں نے قزاقی سے توبہ کی۔ بے نمازی اور کاہلان دین جہاد نفس سے غازی ہو گئے۔ گھر گھر میں ہر ایک مرد و عورت چھوٹے بڑے کی زبان پہ نماز روزے

Marfat.com

سے مسائل اور ذکر و فکر کا چرچا تھا۔[1]

اس سفر میں حافظ رحمت خاں ساکن موسیٰ کھیڑہ آپ کے ہمراہ تھے۔ انھوں نے ایک سی حرفی میں حضرت ہادی ہریانہ رح کے فضائل اور کام کا نقشہ کھینچا ہے۔ حروف تہجی کی ترتیب میں کل اٹھائیس بند ہیں۔ جن میں سے پانچ یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ ضلع حصار کی تحصیل سرسہ کے بڑے حصے کی زبان پنجابی ہے :-

جہان اندر روشنائی (ج) خالق سچے بہت دکھائی
توہیں نے شرع دی چال سکھائی   پھیلی خلقت رستہ پائی
کامل کیتا دین ایمان
حضرت ہادی شاہ رمضان رح

عین عجائب تیرا سایا (ع) جان تنہہ دلی وعظ سنایا
بکسر ننگی دوڑا آیا   تُربت فرحت ایماں لے آیا
ہور میں کی کراں بیاں
حضرت ہادی شاہ رمضان رح

---

[1] ص ۶۳

غرور تکبر والے (غ) پنڈے جھیڑے خمر پیالے
دیکھ تینوں ہوئے خوشحالے تائب ہو چھڈن بد چالے

تابع تیرے جن و انسان

حضرت ہادی شاہ رمضانؒ

فرخ نگر نوں اندر آیا (ف) اک عورت نوں جن دسایا
کسی عامل دے قید نہ آیا سن کے تیرا نام نسایا

کیہا تیرا امن حیوان

حضرت ہادی شاہ رمضانؒ

قصبہ نت دھیاں والا (ق) قتل اولاد دھانڈا چالا
مار دھیاں کر دے منہ کالا ادتھے گیوں توں کڈھ کسالا

دیکھ تینوں ہوئے حیران

حضرت ہادی شاہ رمضانؒ

بند (ع) میں اس فرنگی کا حوالہ ہے جو آپ کے درویشوں کی جماعت میں شامل ہو گیا تھا۔ بند (غ) میں لوگوں کی کثرت شراب نوشی کی طرف اشارہ ہے۔ آج بھی ہریانہ کے ہندو راجپوتوں کے کم نہ بیش ہر گھر میں

Marfat.com

شراب کی بھٹی ہے۔ بند (ت) کے واقعات یہ ہیں کہ فرخ نگر ایک وقت دارالریاست
تھا اور اب ضلع گوڑگاؤں میں ہے۔ یہاں ایک خوشحال اور معزز بلوچ گھرانے
کی عورت ہمیشہ ننگی رہتی۔ کہا جاتا کہ اس پر جن کا سایہ ہوگیا ہے۔ دور دراز
سے عامل بلائے گئے مگر "جن" کو کوئی نہ اتار سکا۔ جب آپ اس قصبہ میں تشریف
لے گئے تو اس عورت کے لواحقین نے اپنی مصیبت اور بدنامی کی داستان
سنائی۔ آپ نے فرمایا "ہم عمل سے جن کا علاج نہیں کرتے"[سے]۔ آپ نے دعا
فرمائی اور وہ عورت اچھی ہوگئی۔ بند (ق) میں موضع جھنڈا علاقہ پٹیالہ کا
وہ واقعہ بیان ہوا ہے جس کے حافظ رحمت خاں علیہ شاہد تھے۔ مدواج سے
مجبور ہوکر ایک بدنصیب باپ اپنی چھ لڑکیاں دفن کرچکا تھا۔ ساتویں کو دفن
کرکے آرہا تھا کہ راستہ میں حضرت شاہ محمد رمضانؒ وعظ فرما رہے تھے۔
وعظ کے بعد لوگ آ آکر آپ کے ہاتھ پر رسم دختر کشی سے تائب ہو رہے تھے
کہ یہ شخص بھی روتا ہوا آیا اور تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ اسی وقت قبرستان
تشریف لے گئے۔ قبر کھدوائی تو لڑکی ایک برتن میں زندہ پائی گئی۔ اس
لڑکی کو اس کا باپ اپنے گھر لے گیا۔

سے نقیب الاولیاء ج ۲ دفتر ۲ ص ۷۶

حکیمانہ تبلیغ کے اثرات

بچپن میں آپ کا قیام مسلمان راجپوتوں کے مشہور قصبہ کاہنور میں اکثر رہا۔ یہ قصبہ رہتک سے گیارہ میل اور آپ کے وطن نھم سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں رہ کر آپ نے ان قبائل کی زندگی کا ہر پہلو دیکھا۔ ان کی قومی خصوصیات اور نفسیات سے واقفیت حاصل کی اور ان کی زبان پر بھی قدرت حاصل کر لی۔ چنانچہ آئندہ ہریانہ میں آپ اس زبان میں وعظ و تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اس زبان کا کرخت لہجہ عوام کی فطرت سے ہم آہنگ تھا اس لیے تبلیغ بھی موثر ثابت ہوئی۔

قریہ قریہ میں جاکر اسلام پہنچانے کے علاوہ آپ نے اس پیغام کی بیسیوں کتابوں میں تشریح کی۔ ان تصانیف میں سے بیشتر کی زبان ہریانی ہے۔ اس طرح آپ نے اس بولی کو اس قابل بنا دیا کہ اس میں طریقت اور شریعت کے مسائل بیان کرنے کی صلاحیت ہو گئی۔ ساتھ ہی اس اصلاحی تحریک کے لیے مذہبی ادب کا ذخیرہ پیدا کر کے اسے دیرپا بنا دیا۔ مگر جن لوگوں کے لیے یہ کتابیں لکھی گئیں وہ باستثنائے چند حرف شناسی سے بھی نابلد تھے۔ اس کے لیے آپ نے شعر کو وسیلہ اظہار بنایا جس کا اثر یہ ہوا کہ اس تحریک کے

Marfat.com

کارکنوں اور امام مساجد کے ذریعے یہ اشعار عوام تک پہنچ گئے۔ شعر کی اثر آفرینی مسلمہ ہے اور وہ یاد بھی رہ جاتا ہے۔ اس طرح احکام قرآنی، احادیث، سیرت نبویؐ اور تمام ضروری مسائل فقہ آپ کی حیات ہی میں ہر کہ ومہ کی زبان پر جاری ہو گئے۔ ڈیڑھ صدی بعد اب بھی ہزاروں ابجد ناشناس ایسے ہیں جنھیں علما کی صحبت نصیب نہیں ہوئی مگر ان اشعار کی بدولت ضروری مسائل فقہ سے واقف ہیں۔

آپ نے لاکھوں شعر کہے۔ شعر گوئی بالعموم انسان کو میدانِ عمل کے لیے ناکارہ بنا ڈالتی ہے۔ مگر اس شعر گوئی نے آپ کے قوائے عمل کو شل کیا اور نہ ہی دوربیدامنی نے آپ کو حجرہ نشین بنایا۔ بلکہ آپ کی تمام زندگی ایک حرکت مسلسل سے عبارت رہی۔ سال کے گیارہ مہینے تعلیم و تلقین کے سلسلہ میں گھر سے باہر رہتے۔ جس گاؤں میں تشریف لے جاتے ہندو مسلمان سب زیارت کے لیے آتے۔ اگر وہاں مسجد نہ ہوتی تو بستی سے باہر کسی درخت کے نیچے بیٹھ جاتے۔ ہندو جاٹ اس جگہ کو اتنا مقدس سمجھنے لگتے کہ وہاں بعد میں ایک چبوترہ بنا ڈالتے حالانکہ ہندوؤں کے نزدیک ہر مسلمان نجس ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض دیہات میں ۱۹۴۷ء تک "شاہ ریحان کے چبوترے"

Marfat.com

موجود تھے۔ ممکن ہے اب بھی ہوں۔

طب میں بھی آپ کو دسترس تھی۔ خدا نے آپ کے ہاتھ میں شفا بھی دی تھی۔ جس گاؤں میں جاتے وہاں مریضوں کا معائنہ کرتے۔ اگر پاس دوا ہوتی تو وہ مفت دیتے۔ بنی نوع انسان کے ساتھ اس قسم کی ہمدردی ہمیشہ اور ہر جگہ تبلیغی مساعی میں ممد رہی ہے۔ آپ کے بعض نسخے اب بھی آپ کا خاندان اور معتقدین استعمال کرتے ہیں۔ تین نسخے تو ہمارے گھر میں بھی استعمال کیے جاتے ہیں اور ان کا اثر بھی خاطر خواہ ہوتا ہے:

(۱) مصفّی خون: ایک ایک گاجر، مولی، شلجم اور ادرک دھو کر ہاون دستہ میں کوٹ لیا جائے۔ کپڑے میں ڈال کر ان کا عرق نکال لیا جائے اور اس عرق میں ایک تولہ شہد ملا کر دن کے کسی وقت بھی پی لیا جائے۔

(۲) ادرک کا حلوہ: بلغمی کھانسی کے لیے: دو تولہ دا گھی میں بھون کر اس میں مناسب میٹھا اور ایک تولہ پسی ہوئی ادرک ملا کر کھایا جائے۔

(۳) خونی پیچش کے لیے: سات بادام، ۳ ماشہ انجبار اور ۶ ماشہ چاروں مغز کو رات کو بھگو کر صبح یکجا نہایت باریک پیس لیا جائے۔ تین تین ماشے گاؤزبان، بہی دانہ اور ریشہ خطمی رات کو بھگو کر صبح یکجا ہاتھ سے مل کر کپڑے

Marfat.com

میں ڈال کر یا باریک چھلنی میں اعرق نکال لیا جائے۔ پھر پہلی پسی ہوئی چیزوں میں یہ عرق اور حسب پسند میٹھا ملا لیا جائے۔ اس میں زیادہ سے زیادہ عام پانی اور گرمیوں میں ٹھنڈا پانی ملا لیا جائے جتنا مریض پی سکے اور اسے صبح کے وقت چھ ماشہ اسبغول کی بھوسی کے ساتھ پی لیا جائے۔ بالکل یہی نسخہ سہ پہر کے وقت استعمال کیا جائے۔ پیچش دور ہونے کے دو تین روز بعد تک یہ نسخہ استعمال کیا جائے۔ پرانی سے پرانی پیچش جاتی رہتی ہے۔ اگر پیچش خونی نہ ہو تو انجبار نہ استعمال کریں۔

حضرت شاہ محمدؒ رمضانؒ ایک مرتبہ حضرت جمال ہانسویؒ کی خانقاہ کے میدان میں وعظ فرما رہے تھے۔ تین ہزار ہریانوی فوجی جوان بھی وعظ سننے آئے۔ یہ جوان کرنل اسکنڈر کے ماتحت تھے۔ دوران وعظ بارش شروع ہو گئی۔ کسی نے چھتری کھولی تو کسی نے چادر تانی۔ مگر اپنی جگہ سے کوئی نہ ہلا۔ اختتام وعظ پر آپ نے اس میدان میں ایک مسقف عمارت کی تحریک کی۔ کرنل اسکنڈر کو اس کا علم ہوا تو اس نے اس تجویز کو پسند کیا اور چندہ جمع کر کے آپ کی خدمت میں تین ہزار روپے بھیج دیے۔ آپ کے برادر اصغر حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید بھیؒ کی نگرانی میں ایک

عالیشان عمارت کھڑی ہوگئی جس میں حجرے اور وسیع دالان بھی ہیں۔

دوران سفر میں جہاں مسجد نہ ہوتی وہاں مسجد ضرور بنوا دیتے۔ جھم میں جامع مسجد تو نہایت قدیم تھی۔ اس کی ضروری مرمت اور جزوی استرکاری آپ کے اہتمام میں ہوئی۔ رہتک میں بیوپاریوں کی خوبصورت مسجد آپ ہی کی ترغیب و تحریض سے تیار ہوئی۔ اس کی بنیاد بھی آپ ہی کے دست مبارک سے رکھوائی گئی۔ انہی بیوپاریوں نے پاکستان میں آکر ملتان کی گڑمنڈی میں جو عالیشان مسجد تعمیر کرائی ہے۔ اس سے متعلق مدرسہ کا نام مدرسہ رضانیہ رکھا ہے۔ رہتک کی عیدگاہ بھی آپ ہی کی تحریک کا نتیجہ ہے۔ ایک موقعہ پر آپ نے یہاں خود ٹوکری بھر بھر کر مٹی ڈھوئی جس سے اور لوگوں کو بھی ترغیب ہوئی۔ موضع مڑودھی ضلع رہتک کی مسجد عین قحط سالی کے دنوں میں نمبرداروں کی مخالفت کے باوجود تعمیر کرائی۔ یہ قحط ساٹھا کال (سمت ۱۸۶۰ = ۱۸۰۳ء) کہلاتا ہے۔ موضع بلیالی میں ہزاروں گھروں کی آبادی تھی اور صرف ایک مسجد تھی جس میں بوریا تھا نہ مصلیٰ۔ آپ کی مساعی سے وہاں آٹھ مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ بلیالی کو دیکھ کر گردونواح کے دیہات نے پیروی کی۔

Marfat.com

مسلم راجپوتوں میں تعمیر مساجد کا شوق پیدا ہوا تو وہ رفتہ رفتہ اسلام سے قریب تر ہوتے گئے۔ یہ مساجد جہاں عبادت گاہوں کا کام دیتی تھیں وہاں ہر گاؤں میں ہر مسجد ایک مرکز محسوس کی حیثیت رکھتی۔ اس سے پہلے ان بیراسے نام مسلمانوں کے جذبۂ عبودیت کی تسکین کسی ٹھاکر دوارے یا دیبی کے مندر میں ہوتی تھی۔ ان کا جداگانہ معبد تھا نہ مرکز۔ ان مساجد کو مرکز تحریک بنا کر آپ نے اصل کام شروع کیا۔ مساجد کی تعمیر سے مسلم راجپوتوں کو پہلی بار یہ احساس ہوا کہ ہم اپنے ہم نسل ہندو راجپوتوں سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ اس احساس کے پیدا کرنے کے بعد آپ نے حکیمانہ طریق سے ان کی خوئے غارت گری اور ایک ایک کر کے ہر رسم شرک ختم کر دی۔

بری رسوم میں سب سے بری دختر کشی تھی۔ حضرت شاہ محمد رمضانؒ نے سب سے زیادہ توجہ اس طرف دی۔ اس انسانیت سوز رسم کا خاتمہ تحریک کے ابتدائی پانچ چھ سال میں ہو گیا۔ یعنی مسلم عہد حکومت ہی میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا ابتدائی عہد بڑی بدامنی کا دور تھا۔ اس زمانہ میں بھی مسلم راجپوتوں میں دختر کشی کی کوئی روایت ہم تک نہیں پہنچی۔ البتہ غیر راجپوتوں میں دختر کشی کی چند مثالیں مل جاتی ہیں۔ اب سے سوا صدی پہلے

Marfat.com

کی ایک کنجڑی مسماۃ لاڈو کا ایک واقعہ اسی کی زبانی ملاحظہ ہو:
"میں پلول کی بہو تھی۔ بیٹی جھجر کی۔۔۔۔ (میرے پہلی) بیٹی ہوئی تو
۔۔۔۔رات سے فجر ہوئی، فجر سے رات۔ خصم گھر نہیں آیا۔ (جب
وہ آیا تو میں) اس کے سر ہو گئی کہ۔۔۔۔ بتا تو کہاں تھا۔۔۔۔ میں نے
چھوری جو اُٹھا کر دکھائی تو کہنے لگا ارجی اسے نہ ماریو۔۔۔۔ اب
(میں نے) کیا کیا۔ ٹوکرے میں بستو (نوزائیدہ) کو ڈال کے چلی۔
خصم بچارا پیچھے پیچھے۔ ارجی ارجی اس کو نہ مار۔ (میں نے)
کاڈھ جوتی (اس کے) تین چار ماری اور جلدی سے جا ہوج
(حوض) ما پانی بھرا تھا اس ما (میں)، (لڑکی کو) ڈال اُوپر ٹوکرا
رکھ دیا۔ وہ بچارہ ماربھی کھا کر نہیں مانا۔ آکے کہنے لگا ہم
تو تھانے ما کہہ آئے ہیں۔ اب تمہیں پکڑنے آدیں ہیں۔ جب ڈری۔
اٹھا اپنا ٹوکرا گھر آ گئی۔ اس نے چھوکری نکال۔ با ہر الٹی ڈالی۔
جب اس کے پیٹ کا پانی نکل گیا، جب آیا اوساں۔ اب پھر (دوسری)
بیٹی ہوئی تو میں اتنوں سے پوچھا تم چھوری کو کیا دو کہ مر جاوے۔
بولیں ہم تو آکھ کا دودھ لے کے پلا دیں۔ مری پاوے میں

نے بھی آکھ کا دودھ پلا دیا۔ وہ چھوکری مر گئی۔[۵]

اس زمانہ میں چیچک کا مرض عام تھا۔ اس موذی مرض کا علاج حکیموں کے پاس تھا نہ دیدوں کے۔ ایک دفعہ بیماری شروع ہو جاتی تو علاقہ کے ہزاروں لوگ اس کا شکار ہو جاتے۔ کوئی گھر نہ بچتا جس میں دو ایک اموات نہ ہو جاتیں۔ جو بچ رہتے وہ بچپن ہی میں بدشکل ہو جاتے۔ یہ عام خیال تھا کہ سیتلا دیوی ناراض ہو کر یہ بلا عوام پر چھوڑ دیتی ہے۔ چیچک کو سیتلا یا ماتا کہتے ہیں۔ ہریانہ میں جگہ جگہ سیتلا دیوی کے مندر بنے ہوئے تھے جہاں سیتلا دیوی کا کریہہ المنظر اور ہیبت ناک بت رکھا ہوتا۔ اس بت کی بڑے اہتمام سے پوجا کی جاتی۔ اٹھارویں صدی کے مسلم راجپوت بھی اپنی قدیم عقیدت کے ساتھ اس کی پوجا کرتے اور گلگلے اور پوڑے پکا کر نذر گذارتے۔ رہتک، بدھلان، جھجر، رندھانہ میں اب تک سیتلا دیوی کے مندروں پر میلے لگتے ہیں۔ شاہ محمد رمضان ؒ نے اس مشرکانہ رسم اور جاہلانہ خیال کو مسلمانوں میں ختم کرنے کے لیے میٹھے روزے کا اجرا کیا۔ اس روز کنواری لڑکیاں بڑی بڑی میٹھی روغنی روٹیاں پکاتیں اور عورتیں

---

۵ عائشہ بیگم مرحومہ: کتاب کمالات خواتین قلمی

Marfat.com

ان روٹیوں سے روزہ افطار کرتیں۔ اس طرح آپ نے خیالی سیلا دیوی
کی ذات سے مسلم راجپوتوں کی عقیدت کا رُخ بدل دیا۔

ہندوؤں کے مختلف الخیال فرقوں میں صرف ایک عقیدہ مشترک ہے اور وہ ہے احترام گاؤ۔ اس زمانہ کے نومسلم راجپوت کے نزدیک انسانی خون کی کوئی قدر نہ تھی حتیٰ کہ وہ اپنی بیٹیوں کو مار ڈالنا اپنے اوپر فرض کیے ہوئے تھے مگر گائے کو ذبح کرنا ان کی شریعت میں بھی گناہ تھا۔ ان کے دماغ سے ہر جاہلانہ خیال نکالنے کے لیے ضروری تھا کہ گائے کے گوشت سے ان کی کراہت دور کی جائے۔ اس کے لیے آپ نے بی بی مریم کے روزے کا اجرا کیا۔ یہ روزہ اب تک بعض لوگ ۱۷ رجب کو رکھتے ہیں۔ عوام اس رسم کو روٹ لوٹ کہتے ہیں۔ اس روز گائے کے گوشت کے ایک ایک پاؤ کے لوٹ بھونے جاتے ہیں اور انھیں روغنی روٹیوں پر رکھ کر عزیز و اقارب میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

ہادی ہریانہ رح کی چلائی ہوئی بعض رسوم مثلاً میٹھا روزہ، بی بی مریم کا روزہ، روٹ لوٹ ایک صدی تک اسی اہتمام اور عقیدت سے منائی جاتی رہیں جس سے کہ آج بعض لوگ کونڈے کرتے ہیں۔ امتداد زمانہ سے

Marfat.com

جیسا کہ چاہیے تھا یہ رسوم تو ختم ہو گئیں مگر انھوں نے لاکھوں انسانوں کو مشرکانہ رسوم سے نجات دلا دی۔

جہالت اور توہم پرستی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہریانہ میں جب کوئی بیمار ہو جاتا تو سمجھ لیا جاتا کہ اسے نظر لگ گئی ہے یا اس پر کسی دشمن نے جادو کر دیا ہے یا اس پر کسی جن یا بد روح کا اثر ہے۔ اپنے اپنے زمانہ میں زین خاں پٹھان، لونا چماری اور ماموں الٰہ بخش نے ٹونے ٹوٹکے میں بڑی شہرت پائی تھی۔ ان اصلی یا فرضی شخصیتوں کے گرد افسانوں کا ایک طومار لگ گیا تھا۔ علاقہ کی ایک عورت کو بھی یہ جرأت نہ ہو سکتی تھی کہ وہ منہ سے لفظ "جن" ادا کر دے۔ کبھی جن کا ذکر آ جاتا تو ادھر ادھر دیکھ کر بامر مجبوری "ماموں جی" کہا جاتا تا کہ جن ناراض نہ ہو جائے۔ جب کسی شخص پر جادو یا جن کا اثر فرض کر لیا جاتا تو ان تینوں میں سے کسی ایک مفروضہ خبیث روح سے استمداد طلب کی جاتی۔ منتیں مانی جاتیں۔ اس کا علاج عملیات سے کیا جاتا۔ یہ خصوصیت علاقہ ہریانہ کی نہ تھی بلکہ تمام ہندوستان اسی قسم کے جہل میں مبتلا تھا اور ہر جگہ "عامل" کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ حضرت ہادی ہریانہ نے "جن اتارنے" کے لیے

Marfat.com

کبھی عملیات کا سہارا نہیں لیا۔ آپ نے اس بارے میں تقریر و تحریر کے ذریعے تعلیمات اسلامی کی ایسے ذہن نشین پیرایہ میں اشاعت کی کہ زین خان لوتا چاہری اور ماموں الٰہ بخش کا افسون تار تار ہوگیا۔

نومسلموں اور ان کے احفاد کو ہندوؤں سے تمیز کرنا مشکل تھا۔ داڑھی ہندو بھی رکھ لیا کرتے تھے۔ آپ نے یہ نہایت ہی مفید کام کیا کہ مسلم راجپوتوں اور دوسرے نومسلموں کا لباس بدلوا دیا۔ مردوں نے دھوتی (جسے ہریانی میں لانگھڑ کہا کرتے تھے) چھوڑ کر تہہ بند اختیار کیا اور خواتین نے گھاگرا ترک کرکے پاجامہ۔ ان اور ایسی ہی متعدد تبدیلیوں کا یہ اثر ہوا کہ معاشرتی لحاظ سے مسلم راجپوت اور دوسرے نومسلم اپنی قدیم ہندو برادریوں سے قطعی مختلف ہو گئے۔

اب ہم آپ کی تصنیف عقائد عظیم سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے اُس عہد کی بعض بری رسوم کی نشان دہی ہوتی ہے:

"سوال: بندگی کسے کہتے ہیں؟

جواب: بندگی اُسے کہتے ہیں کہ امر خدا کا بجا لایا، یا موافق مسنون کے ادا کرے" ...... طاغوت اسے کہتے ہیں جیسے

Marfat.com

کوئی ایک زبردست کو ڈرتا ہوا پوجے۔ جیسے بھوت یا پریت کا
اوتار اتارے۔ جیسے شیخ سدو کا بھوکی یا ڈلی ہونے کے ڈر
سے بکرا یا بکری۔ یا مرور سلطان کے ڈر سے کہ کوڑھی کر دیگا۔
پرائے کو سجدہ کرے یا کوئی کو پوجے یا ہڈر گاتے کالی یا گوگا
کے ڈر سے کہ سانپ سے کٹوا دے گا، رت جگا کرے۔ سیتلا
کے ڈر سے خوشامد کا مارا بت خانہ میں جا کر بت پوجنے لگے، تو
کفر میں پڑا۔" اور دوسری وہ چیز ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
ایک چیز کو عجائب یا خوبصورت پیدا کیا اور کوئی اسے پوجنے لگ
جاوے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے گنگا کا اچھا پانی پیدا کیا اور
کوئی اسے پوجنے لگ جاوے۔ یا پتھر میں آگ نکلنے لگے کوئی
دیبی نام رکھ کر کوئی حاجت مانگنے لگے یا سجدہ کرے۔ یا کسی
بزرگ کے مزار کا جاہ و جلال دیکھ کر سجدہ کرنے لگے۔۔۔ جیسے
حویلی بنائے، اس میں ایک طاق پیر کا ٹھہرا دیا۔ یا ایک بت خانہ
بنا کر کسی بزرگ کا نام لے کر زمین کو لیپ دیا یا تعزیہ بنا کر اس
کی طرف معاملہ کربلا کا کرنے لگے۔ یا بیاہ میں چاک پوجنے یا

Marfat.com

کاغذ پہ کعبۃ اللہ کی صورت لکھ کر اُس کی طرف سجدہ کرنے لگے
یا طواف کرنے لگے۔ یہ سب شرک ہے۔"[۵]

زبان کو چھوڑیے۔ یہ آپ کے لیے نہیں ہے بلکہ اُس عہد کے ہریانوی مسلمانوں کے لیے ہے۔ درج بالا اقتباس کوئی علمی بحث نہیں بلکہ یہ تمام مشرکانہ رسوم و عقائد اس وقت کے مسلمانوں کے تھے۔ یہ برائیاں صرف کتابوں میں لکھنے سے دور نہیں ہو گئیں اور نہ دور ہو سکتی تھیں۔ کسی عظیم مصلح کی شخصیت ہی عقائد و اعمال میں انقلاب برپا کیا کرتی ہے اور ہریانہ میں یہ کام خدا نے حضرت شاہ محمد رمضانؒ سے لیا۔ آپ کا کام صرف عقائد کی تبدیلی تک نہ تھا۔ بلکہ آپ نے دختر کشی اور سیتلا دیوی پرستی جیسے گھناؤنے افعال سے لاکھوں انسانوں کو بچایا۔ لوگوں کا لباس بدلوا کے تمدن کا رخ موڑ دیا۔ چنگیزی قبائل کی خوئے غارت گری کو شجاعت سے بدل ڈالا اور انھیں کاشتکاری اور ملکی دفاعی ملازمتوں کی طرف رجوع کر کے ان کی اقتصادیات کو یکسر بدل دیا۔

اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے یہ تاثر نہ لیا جائے کہ ہریانہ کے

---

۵ عقائد عظیم فخر المطابع ایڈیشن صفحات ۴۴ و ۴۵

Marfat.com

تمام مسلم راجپوت معصیت میں گرفتار تھے۔ اس زمانہ میں بھی ہر قسم کی صلاحیتوں سے بھرپور ان قبائل میں ایسے ایسے گھرانے بھی تھے جو پرامن اسلامی زندگی بسر کرتے تھے۔ اسی مختصر سے گروہ صالحین نے حضرت ہادی ہریانہ رح کی اصلاحی تحریک کی تائید میں پہل کی اور اسی پاکیزہ گروہ کی اعانت سے یہ تحریک پروان چڑھ سکی۔

ہم نے اس باب میں مسلم راجپوتوں کا صرف اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ ہریانہ کی آبادی کا جزو اعظم تھے۔ وہاں اور بھی بیسیوں قومیں بستی تھیں جن میں سے بعض میں راجپوتوں سے بھی زیادہ برائیاں تھیں ان کی اصلاح احوال بھی تحریک شہیدیہ ہمی رح کا نتیجہ ہے۔ ہریانہ کے اکثر دیہات ایسے تھے جہاں صرف غیر مسلم ہی بستے تھے لیکن ہر گاؤں میں کم از کم ایک ایک گھر مسلمان دھوبی پیشہ دردوں کا تھا ـــــ ان دو سفید پیشوں پر مسلمانوں کی اجارہ داری تھی۔ یہ صرف تحریک ہمی رح کی وجہ سے اتنے راسخ العقیدہ مسلمان ہو گئے کہ ان پر قیام پاکستان تک ہندو توہمات اور رسوم کا قطعی اثر نہیں ہوا اور آخیر تک یہ دو اقوام باقاعدگی سے نماز ادا کرنے میں اوروں کے لیے ایک اچھا نمونہ رہیں۔

Marfat.com

۱۰

محاکمہ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ

اگر کسی کی مخالفت نہیں ہوئی تو سمجھ لیا جائے کہ اس نے معاشرہ میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں کی۔ یہ بیان ہو چکا ہے کہ حکومت نے ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمیؒ کے والد کی جاگیر ضبط کر لی۔ مسلمانوں میں آپ کی تحریک کی راہ میں نمبردار اور چودھری قسم کا حلقہ رکاوٹ بنا کیونکہ ہر اصلاحی اور مفید عوام تحریک کی زد میں اس طبقہ کا اقتدار ضرور آتا ہے۔ ایسی مخالفتوں سے ایک مصلح کا جوہر نکھرتا ہے۔ مگر جو لوگ اصلاح کرنے کے مدعی ہوں اور وہ مخالفت پر اتر آئیں تو تحریک کی رفتار دھیمی پڑ جاتی ہے۔ البتہ ایسی مخالفت کا ایک روشن پہلو بھی ہے۔ لوگ زیادہ چھان پھٹک کر تحریک کے مقاصد کو قبول کرتے ہیں جس سے وہ دیرپا ہو جاتی ہے۔ ایسی ایک مخالفت کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

شاہ محمد رمضانؒ کے حلقۂ درویشاں میں ایک ممتاز بزرگ، مولوی نور محمد صاحب تھے۔ وطن تو ان کا ضلع حصار میں موضع رانیہ تھا مگر انھوں نے موضع بگھیرا کی سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ پھر تہم میں ہادی ہریانہؒ کی خدمت میں رہنے لگے۔ ان کے سپرد درویشوں کو پانی پلانے کی خدمت تھی۔ رام پور کے فارغ التحصیل تھے۔ روہیلہ اساتذہ کے اثر سے حرارت ایمانی بہت پیدا ہو گئی تھی۔ جوش عقیدت کا یہ حال تھا کہ اکثر فرمایا کرتے کہ جس پر حضرت شاہ صاحب مہمیؒ کی بہیلی کی گرد اڑ کر پڑ جائے وہ جنتی ہو جاتا ہے اس غلو کا ردعمل تھا یا طبائع کا اختلاف کہ یہی بزرگ دم آخریں تک حضرت شاہ محمد رمضانؒ کو ان کی شہادت کے بعد بھی اور ان کو مسلمان ماننے والوں کو بھی علی الاعلان کافر کہتے رہے۔

خان بہادر پیرزادہ مظفر احمد فضلی (۱۸۵۷ء - ۱۹۳۰ء) ایک معروف شہرت کے کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ علامہ اقبالؒ کی مثنوی اسرار خودی شائع ہوئی جس میں حافظ شیرازی پر بڑی ہی جرأت مندانہ تنقید تھی۔ اس پر طبقہ صوفیا کی طرف سے اعتراضات ہوئے۔ نقیب الصوفیا ین کر جناب فضلی نے کھل کر ان اشعار کی مخالفت کی اور فارسی میں مثنوی راز

Marfat.com

بیخودی کہ کر اسے شائع کرایا۔ اس تمام ہنگامہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت علامہ نے اسرار خودی کے دوسرے ایڈیشن میں حافظ شیرازی سے متعلق اشعار حذف کر دیے۔ یہی فضلی صاحب اب سے ستر سال پہلے مولوی نور محمد صاحب کے وطن رانیہ میں تحصیلدار تھے۔ ڈپٹی کلکٹر بعد میں ہوئے۔ وہاں انھوں نے مولوی صاحب موصوف کے حقیقی نواسے پیر احمد شاہ کی وساطت سے موصوف کے قلمی مسودات اور علما کے فتاوے دیکھے۔ حافظ محمد اسعید صاحب ساکن رانیہ بطور معاون مولوی صاحب موصوف کے ہر معرکہ میں شریک تھے۔ ان معمر بزرگ سے حالات دریافت کیے۔ ان ہنگاموں میں شریک ہونے والوں کی اولاد کے بیانات سنے اور کدید کہ کر کے قدیم تحریریں حاصل کیں اور پھر تقیب الاولیا جلد دوم کے دفتر دوم کو مرتب کیا۔ زیادہ تر یہی کتاب اس اختلاف کے بارے میں ہمارا ماخذ ہے۔ اس کے بیانات کی تصدیق ردفتہ الرضوان سے ہوتی ہے۔

مولوی نور محمد صاحب بیگھر ضلع حصار میں خدمت اسلام کر رہے تھے۔ یہی بزرگ تھے جو علاقہ کے سربرآوردہ حضرات کا ایک وفد لے

کہ ہانسی میں شاہ محمد رمضان کی خدمت میں گئے۔ جیسا کہ گذشتہ باب میں بیان ہو چکا ہے۔ حضرت ہادی ہر یانہ رح بگھیڑ تشریف لے گئے اور وہاں لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر رسم دختر کشی سے توبہ کی۔ یہاں آپ نے حافظ مستقیم کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور فتح آباد تشریف لے گئے۔ بقول صاحب نقیب الاولیاء یہی وجہ مخالفت تھی۔ مولوی نور محمد صاحب حلقہ درویشاں کے ایک ممتاز فرد تھے۔

اس واقعہ کے بعد مولوی صاحب کا ہم میں آنا جانا کم ہوتا گیا۔ انھوں نے نجی محفلوں میں دبی زبان سے تصوف کی مخالفت شروع کر دی اور پھر کھلے بندوں مسئلہ وحدت وجود کو غیر اسلامی بتایا۔ اُس متصوفانہ ماحول میں یہ بڑا ہی جرأت مندانہ اقدام تھا۔ مولوی صاحب ایک سچے موحد تھے۔ ایک روایت ہے کہ ان کے پاس ایک بھینس تھی جس کے دودھ پر ایک حد تک ان کی گذر اوقات تھی۔ وہ بیمار ہو گئی اور دودھ دینا بند کر دیا۔ ان کی زوجہ نے کہا اب کیا بنے گا بھینس تو دودھ نہیں دیتی۔ یہ جوش ایمانی تھا کہ آپ نے فوراً اس بھینس کو ذبح کر دیا اور زوجہ سے کہا "لے تیرے رازق کو تو میں نے ذبح کر دیا ہے۔"

Marfat.com

مخالفت چھڑ گئی تو وہ باتیں بھی ہونے لگیں جو اس کا اکثر حالات میں قدرتی نتیجہ ہیں یعنی مولوی صاحب موصوف نے حضرت شاہ محمد رمضان رح سے باتیں منسوب کرنا شروع کر دیں جن سے شاہ محمد رمضان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ ایک روز گاؤں کے کچھ لوگ آپ سے حضرت ہادی ہریانہ رح کی خیریت پوچھنے آئے۔ انھوں نے کہا کہ وہ تو ہر شئے کو خدا مانتے ہیں وہ کافر ہیں۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان کے سلام کا جواب دینا ناجائز ہے۔

اب حقیقت میں غلو کی جگہ مخالفت کی شدت نے لے لی۔ حضرت ہادی ہریانہ رح کی طرح آپ نے بھی نظم کو وسیلہ اظہار بنایا اور حضرت فہمی رح کی کتاب بلبل باغ نبی کے مقابلہ پر اپنی کتاب شہباز شریعت کے لیے اشعار کہنا شروع کیے۔ بلبل کے مقابلہ پر شہباز لا کھڑا کرنے سے شدت جذبات اور دم خم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ شہباز شریعت بعد میں کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ انداز یہ ہے ؎

شہباز رسالہ شریعت والا ڈھاسے پیا وچ ڈھاران
سنو رنگیلی بلبل ماری چڑیاں لکھ ہزاراں!

نرگیلی اور بلبل باغ نبی حضرت ہادی ہریانہؒ کی متعدد تصانیف میں سے دو ہیں۔ آپ کی ایک اور تصنیف آخر گت کے بارے میں کہا ؎

قر بلبل والے آخر گت ہک ہور کتاب بنائی
اس وچہ لکھے کفر الائس سنتو مومن بھائی

حضرت شاہ غلام جیلانی صدیقی الرہتکیؒ (۱۷۵۰ء - ۱۸۲۰ء) حضرت شاہ محمد رمضانؒ کے رشتہ دار اور معتقدین میں سے تھے۔ یہ بھی کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ ان کی تصنیف "اظہار اختفاء واجب ممکن" کے متعلق کہا ؎

ہور رہتک والا غیر شرع جس نام غلام جیلانی
اوہ بلبل والا طالب اسدا فیضے ہکا ثانی
اظہار خفا در واجب ممکن نام رسالے اسدا
جس تے نازل قہر الٰہی کفروں حصہ تسدا

مولوی صاحب اس سے بھی کچھ آگے بڑھے اور نام لے لے کر مولانا فرید الدین عطارؒ، مولانا جلال الدین رومیؒ، مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ اور محی الدین محمد ابن العربیؒ کو کافر کہتے رہے۔ ایک حلقہ میں ان کا اس قدر اثر ہو گیا تھا کہ عورتیں اپلے تھاپتی جاتیں اور کہتی جاتیں "رومی کافر

Marfat.com

جامی کافر، ہمی کافر ہیں"۔ حالانکہ انہیں عورتوں کو حضرت ہادی ہریانہ رہنے دختر کشی کی لعنت سے بچایا تھا۔

حضرت شاہ محمد رمضان رح کثیر التصانیف بزرگ تھے اور بسیار گو شاعر بھی۔ آپ کے وعظ و تلقین کی محفل کم و بیش ہر روز لگا کرتی تھی۔ آپ نے نظم و نثر میں مولوی نور محمد صاحب کا نام لے کر یا کنایتہً ان کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ نہ ہی ایسی کوئی زبانی روایت ہم تک پہنچی کہ آپ نے کسی تقریر میں مولوی صاحب موصوف کو برا کہا ہو۔ مگر آپ کو عقیدت کی نظروں سے دیکھنے والے مشتعل ہو گئے اور بات یہاں تک بڑھی کہ ریذیڈنٹ دہلی کے ایما پر آپ نے اپنے معتقدین کو پرامن رہنے کی تلقین کی۔ آپ کے معتقدین میں وہ ہزاروں جوان بھی تھے جو کرنل الگزانڈر کے رسالہ مقیم ہانسی میں تھے۔ ان کو مشتعل پا کر کمانڈنگ آفیسر نے حاکم ضلع سے مشورہ کیا اور مسئلہ کے فیصلہ کا دارومدار مناظرہ پر قرار پایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس لیے خاموش ہوں کہ اس دقیق علمی مسئلہ وحدت وجود کا تعلق عوام سے نہیں۔ ہاں اگر خود مولوی صاحب تبادلہ خیال کرنا چاہیں تو میں ان کی تشفی کرنے پر آمادہ ہوں۔

Marfat.com

علم و فضل کا اتنا تفاوت تھا کہ مولوی نور محمد صاحب بالمشافہ گفتگو کے لیے اپنے آپ کو آمادہ نہ پاتے تھے۔ انھوں نے مولوی احمد جی سکنہ شام سے رجوع کیا جو دہلی میں رہتے تھے اور مولوی کلیم داد صاحب سے بیعت تھے۔ انھوں نے اپنے بھتیجے مولوی محمد بخش سناجی کو مناظرہ کے لیے آمادہ کیا۔ مولوی محمد بخش سناجی ایک عالم باعمل تھے اور حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی کے حلقہ درس کے سند یافتہ تھے۔ معقول و منقول میں مہارت تامہ رکھنے کے علاوہ قوت گویائی میں ان کی شہرت دور دور تک تھی۔

فتح آباد موجودہ ضلع حصار کی ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔ اس کی فصیل کے باہر ایک باغ میں اس مناظرہ کا انتظام ہوا۔ لفظ مناظرہ سے طبیعت میں کچھ تکدر پیدا ہوتا ہے۔ مگر ان پاک طینت بزرگوں کا یہ "مناظرہ" انوکھی شان کا تھا۔ باغ میں خلقت کا ایک ازدھام تھا مگر مناظرہ ایک خیمہ میں ہوا جس میں دو مناظرین اور ان کا ایک ایک ساتھی ہے۔ باقی لوگوں کو بحث نہیں سننے دی۔ مولوی نور محمد صاحب بھی اس خیمہ میں نہیں تھے۔

مناظرہ کی بنیاد وہ تین سوال قرار پائے جو مولوی محمد بخش صاحب

Marfat.com

نے کہے:

(۱) وحدت وجود اور قائلان وحدت وجود کی نسبت آپ کا کیا عقیدہ ہے؟

(۲) وجود مطلق کی بابت کیا کہہ سکتے ہیں؟

(۳) ابیات بلبل باغ نبی جن کو مولوی نور محمد صاحب کلمات کفر قرار دیتے ہیں۔ ان کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں؟

آپ نے جواب دیا:

(۱) وحدت وجود میرے عقائد میں روا ہے۔ میں قائلان وحدت وجود کو مسلمان مانتا ہوں۔

(۲) وجود مطلق کو میں حقیقت الحقائق جانتا ہوں۔

(۳) ابیات بلبل باغ نبی لفظاً و معناً شریعت کے مطابق ہیں۔

صاحب نقیب الاولیا لکھتے ہیں:

"یہ سن کر مولوی محمد بخش کا دریائے تقریر جوش میں آیا۔.........

...... تقریر کیا تھی گویا ایک سیلاب الزام تھا جس نے جہان علوم کے کناروں کو گھیر لیا تھا۔ مولوی صاحب نے مناظرہ کے ورطہ ہلاکت سے

Marfat.com

پار ہونے کے واسطے قرآن وسنت، اجماع وقیاس کے تختوں سے
کشتی بنائی عقلیات کا فلسفہ کے اینٹ پتھروں سے اُسے سنگین کیا۔
اصول وعقائد کا اس میں لنگر ڈالا۔ اپنے تبحر کو ملاح بنایا اور منطق کے بادبان
سے اپنے بیان کے سمندر میں اس کو چلانا شروع کیا...... مولوی محمد بخش
کی تقریر شروع ہوتے ہی شاہ محمد رمضانؒ اپنے سر پر رومال ڈال کر اپنی
کرسی پر مراقب ہو بیٹھے تھے اور بہت غور سے مولوی محمد بخش کی تقریر سنتے
تھے۔ جب مولوی صاحب اپنے دعوے کے اثبات میں براہین وحجت پیش
کر کے اپنی تقریر ختم کرتے آپ مراقبہ سے سر اٹھا کر مختصر الفاظ میں ایسا جواب
شافی دیتے کہ مولوی محمد بخش کے دلائل کی عمارت بنی بنائی بنیاد سے گر پڑتی۔
...... ثقات سے روایت ہے کہ یہ مناظرہ اسی طور چالیس روز متواتر
رہا۔ چاشت کے بعد سے شروع ہوتا اور ظہر کے وقت تک رہتا تھا۔[ہ]

اس افہام وتفہیم کو مناظرہ کہنا کچھ زیادتی ہے۔ اس موقع پر حضرت
شاہ محمد رمضانؒ اور مولوی محمد بخش صاحب شامی کی سیرتوں کے بعض ایسے
پہلو نمایاں ہوئے جن کی مثالیں ہماری نظر سے تو گذری نہیں۔ ایک موقع

ہ تعقیب الاولیاء ج ۲ دفتر دوم ص ۹۷، ۹۸

Marfat.com

پر حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک کتاب کا حوالہ درست نہیں دیا۔ مولوی صاحب اس غلطی کو نہ پکڑ سکے۔ حضرت بادی ہر پاشہ جسے نگر آکر دیکھا تو وہ حوالہ درست نہ تھا۔ اگلے روز جاتے ہی پہلے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ اس اعتراف سہو کو مولوی نور محمد صاحب کے ایک ہم خیال نے اس طرح پیش کیا: "حافظ عبداللہ صاحب ساکن بیگڑھ نے نقل کیا کہ مولوی محمد رمضان مرحوم ساکن ہم اور مولوی محمد بخش صاحب مرحوم ساکن سنام میں ایک مسئلے میں مناظرہ تھا۔ دوسرے دن مولوی محمد رمضان صاحب نے اس مجمع میں آتی ہی فرمایا کہ لوگو! جس مسئلہ میں کل ہم گفتگو کر رہے تھے رات مجھ کو اس میں اپنی خطا ظاہر ہو گئی۔"[۵۰]

نقیب الاولیاء میں مولوی محمد بخش صاحب سنامی کے حقیقی نواسے مولوی عبدالعزیز ساکن بیگڑھ اور دیگر معمر لوگوں کی زبانی یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ چالیسویں روز بحث ختم ہوئی۔ مولوی محمد بخش صاحب سنامی نے خیمہ سے باہر نکل کر اعلان کیا کہ "قائلان توحید وجودی مسلمان ہیں ان کو کافر کہنا اور

۵۰۔ شیخ عبدالحق: تحفۃ الاخوان صفحہ ۱ مطبوعہ ۱۲۹۰ھ مطبع فاروقی دہلی۔ مرتب کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب مولانا نذیر حسین محدث رح کی تحریروں کو ترتیب دے کر تیار کی گئی ہے۔

Marfat.com

اُن کے پیچھے نماز پڑھنے سے پرہیز کرنا، ان کے ساتھ مناکحت کا سلسلہ جاری کرنے سے منع کرنا اور ان کے ہاتھوں کا ذبیحہ نہ کھانا ہرگز جائز نہیں"۔

اس اعلان کا مولوی نور محمدؒ صاحب پر یہ اثر ہوا کہ انھوں نے مولوی محمد بخش صاحب سے کہا کہ آپ شاہ محمد رمضان سے مل گئے ہیں۔ جب حضرت ہادی ہر بانہ رح کو اس ردِ عمل کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مولوی نور محمد صاحب خود آ کر تسلی کر لیں مگر مولوی صاحب موصوف خود گفتگو پر آمادہ نہ ہوئے اور حافظ مصری صاحب کو اپنا ثالث مقرر کیا۔" حافظ مصری ایک بزرگ منش، منکسر المزاج باعلم درویش نقشبندیہ مجددیہ خاندان میں بیعت تھے" اور نقشبندی بزرگ وحدت شہود کے قائل ہیں۔

حافظ صاحب نے اسی خیمہ میں بیٹھ کر طرفین کے دعوے پھر سے لکھ لیے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح کی خدمت میں فیصلہ کی غرض سے بھیج دیے۔ حضرت شاہ صاحب دہلوی رح نے حافظ مصری اور طرفین کو دہلی طلب کر کے اعتراضات اور ان کے جوابات سُن کر تحریری فیصلہ صادر فرمایا۔ اس فیصلہ کی ایک نقل ہمارے پاس ہے۔ یہ فیصلہ لفظ بلفظ روضۃ الرضوان اور نقیب الاولیا جلد دوم دفتر دوم میں شائع

Marfat.com

ہوچکا ہے۔ مشہور عالم مولوی شتاق احمد صاحب انبیٹھوی مرحوم نے اس فیصلہ کے عربی حصّہ کی ایک رسالہ میں شرح کی تھی جو ۱۲۳۲ھ میں نقیب الاولیا جلد دوم دفتر دوم کے ساتھ تحفہ مظفریہ کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔ حافظ انوار اللہ مرحوم نے حیدرآباد دکن سے یہ رسالہ "فیصلہ شاہ صاحب دہلوی" کے نام سے شائع کیا تھا۔

یہ فیصلہ اس لیے تاریخی ہے کہ اس سے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے وحدت وجود کے بارے میں خیالات کا علم ہوتا ہے۔ اس باب میں ہم نے اب تک بادل ناخواستہ جو کچھ بھی لکھا ہے وہ محض اس لیے ہے کہ اس فیصلہ کا پس منظر سامنے آجائے۔ ہم یہ فیصلہ لفظ بلفظ یہاں نقل کرتے ہیں:

محاکمہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ذکر لیست درمیان آنکہ حاضر آمد شاہ محمد رمضان ابن شاہ عبدالعظیم ابن مولوی شاہ عبدالحکیم صدیقی مجبر باسم ونسب خود بر شریعت غرا و ملت بیضا، نزد خادم الشرع عبدالعزیز بتاریخ بست و چہارم ذیقعد ۱۲۳۵ھ وحاضر آورد

میاں مولوی نور محمد ابن ملاّ ..... را که قوم جویا است۔ آں ہم مخبر باسم و نسب خود بود بتاریخ بست و ہم شہر مذکور۔ و دعاوی طرفین بدستخط حافظ مصری که حَکَم خود مقرر کرده بودند قبل ازیں نشان دستخط ہر دو صاحبان بہ آں ثبت بود۔

قول محمد رمضان این ست که اہل اللہ در بارہ وحدت وجود برحق ہستند و نیز قائلین وحدتِ وجود۔ در عقیده من مظہر نیز وحدتِ وجود روا است در نفس الامر۔ فقط۔ و دعوی دیگر ابیات بلبل باغ نبی موافق ترجمہ من روا است۔ ہمیں معنی دارند که نوشته ام۔ و قول دیگر آنکه وجود مطلق حقیقة الحقائق است۔ انتہیٰ۔

و قول نور محمد آنست که عقیده وحدتِ وجود در شریعت روا نیست و قائلین وحدت وجود در شریعت غیر مقبول ہستند۔ فقط۔ و دیگر آنکه ابیات بلبل باغ نبی در شریعت کفر ہستند۔ فقط۔ و دیگر آنکه یک وجود مطلق حقیقة الحقائق نیست بلکه حقائق اشیاء مختلف ہستند۔ انتہیٰ۔ تم دعواہما۔

نیز ہر دو صاحبان بموافق دعاوی مسطورہ زبانی اقرار اظہار کردند

من بعد آں شاہ محمد رمضان عقیدہ خود موافق اہل سنت والجماعت

متکلمین اظہار کردہ و گفتہ کہ ہرچہ درقصیدہ امالی است بداں اعتقاد

دارم و مریداں خود را ہم ترجمہ او در ہندی نظم نمودہ آموختم و

تاکید نمودم کہ بداں عقیدہ باشند علی الدوام و نیز ہر طریق اولیاء

اللہ را منقاد و مطیعم و ہر حالت اوشاں را معترفم و امید وارم

کہ بہ برکات اوشاں علیہم الرحمۃ والغفران مستفید بفیضان الٰہی

شوم ـــــ پس ایں خادم الشرع را معلوم گشت کہ شاہ محمد رمضان

را عقیدہ جامع است کہ مشتمل بر عقائد سنت و جماعت متکلمین و

بر مصطلحات صوفیہ صافیہ محققین اہل اللہ ـــــ و میاں نور محمد

را عقیدہ بر شریعت ظاہر است و انکار بر کمال اہل اللہ و حالات

و اصطلاحات آنہا نیز منکر و خمیدہ است کہ اوشاں بزرگواراں

از جادہ شریعت پا بیروں نہادہ ـ معاذ اللہ ـ نمی داند کہ اوشاں

متصف با وصاف شرائع گشتہ اند ـ لہٰذا میاں نور محمد را از

عقیدہ فاسدہ بیروں کردہ شد تا در تحت غضب الٰہی نیاید چرا

Marfat.com

که بغض اولیاء الله بغض خدا و رسول اوست - به بیان کردن
مراتب اولیاء که حضرت سید المرسلین فرموده عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ
كَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل و نیز العلماء وَرَثَةُ الانبیاء
وَالَّذِیْنَ اوتوا العلم درجٰت و نیز بآیات و احادیث دلالة
بر اثبات وحدت وجود بر مذهب محققین صوفیه و هم خصوص اہل السنة
والجماعة جاهدوا فشاهدوا قالوا ان الله سبحانهٗ واحدٌ
بسیطٌ انبسط علی هیاكل الموجودات بمعیة الذاتیة
فیمثالُ ذالك البحر وظهوره فی صورة الامواج المتكثرة
مع انه لیس هناك الا حقیقة البحر فایجاد الحق عبارة
عن ظهور الحقیقة المطلقة بالصورِ المختلفة المتعددة
المشاهدة قال الله تعالی الله نور السّموات والارضِ
وهو الذی فی السمآءِ اِلٰهٌ وفی الاَرْضِ اِلٰه وقال الله
تعالٰی اَیْنَما تُوَلُّوا فَثَمَّ وجه اللهِ وقال الله تعالٰی
جُعْتُ فلم تطعِمنی - الحدیث -

وقال فی جامع الاصول فی آخر حرف الصاد

Marfat.com

فی الکتاب العاشر فی الصفات ۔ من ابی ہریرۃ رضی اللہ قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأُ ہذہ الآیۃ ان اللہ یأمرکم اَنْ تُؤدُّوا الاَمانَاتِ اِلیٰ اھلِھا الیٰ قولہ تعالیٰ ان اللہ کان سمیعا بصیراً ۔ ورأیتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَضَعُ ابھامَہٗ اذنیہ والتی یلیھا علی عینیہ ۔ اخرجہ ابو داود

وفیہ اِشعارٌ بانہ السمیع بالاذن والبصیر بالعین فی تجلّیہ الظلی خذ ذات الممکنات وصفاتھم وافعالھم عاریۃ وھو سبحانہ یسمع بسمعہ الذاتی ویبصر ببصرہ الذاتی فی مرتبۃ الالوھیتہ انتہیٰ عن کتاب معیار الموحدین ۔

دو دیگر آیات ہم فوائدہ شد چنانچہ

(۱) سَنُرِیھِمْ آیَاتِنَا فِی الآفَاقِ وَفِی اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ

Marfat.com

شهید۔

(۲) اَلَا اِنَّھُمْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّھِمْ اَلَا اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط

(۳) وما رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ ولٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی

(۴) واِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنما یُبایعون اللّٰہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِم

ودیگر احادیث لوانکم ولیتم بحبل علی الارض السفلی یھبط علی اللّٰہ۔ ایں ہمہ دلالت میکند بر اثبات وحدت وجود و حقیقۃ الحقائق کہ مصطلح اہل حقائق صوفیہ اند و ایشاں اہل اللہ کامل در شرائع و اکمل الایمان اند۔

چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ در کیمیائے سعادت آوردہ وصاحب منتقط در منتقط ہم نوشتہ: اعلم ان التوحید علی اربع مراتب الاولی ان یقول لا الٰہ الا اللّٰہ باللسان وقلبہ غافل عنہ او منکر لہ کتوحید المنافق والثانیۃ ان یصدق بمعنی اللفظ قلبہ کما یصدق عموم المسلمین وھو

اعتقاد والثالثة ان یشاهد ذالک بطریق الکشف
بواسطہ نور الحق وھو مقام المقربین وھو ان
یری اشیاء کثیرۃ لکن یراھا صادرۃ من الوحدۃ
والرابعۃ ان لا یریٰ فی الوجود الواحدۃ وھو
مشاھدۃ الصدق یقین۔

پس مولوی نور محمد چوں ایں کلام منجی است از غیاہب شکوک وظلمات اوہام بشنید یکبارگی بے قیل وقال بدلے شبہ توبۃ النصوح کرد و در محفل جمہور عوام وخواص از علماء کرام و فضلائے عظام از انکار آوردن بر بزرگاں اہل اللہ اہل وحدۃ وجود ہم از گفتنِ ایشاں کہ بسبب شقاوت ازلی ست و نیز استغفر اللہ واتوب الیہ بخواند۔ از دل وجان اقرار واعتراف نمود کہ ایشاں اولیاء اللہ اند وصاحب کرامت اند و دیگر آنچہ در حق معتقدین اہل اللہ ناشائستہ گفتہ بودم و نماز وروزہ وجماعت وذبیحہ ونکاح و سلام وجواب عطسہ و دیگر امور شرعیہ ناجائز وبے درست پنداشتہ بودم، توبہ کردم۔

Marfat.com

ودیگر کتاب بلبل باغ بهشتی بعض ابیات اوراکه نور محمد محل بر کفر کرده محض غلط و خطا کرده که ترجمه اوشاں درست است. اما بعضے از آنها مشابهت به ابیات مثنوی جلال الدین رومی و تحفه مولوی جامی و کتاب فخرالدین عراقی دارند۔

پس میاں نور محمد تائب شده و قصور فهمید خود نموده نصیحت نامه برائے تابعین خود و دیگر جمیع مسلمین نگارش کنانیده برده بمضمون آنکه هر یک مسلمان بر مسلمانی خود باشند و یک دیگر را تکفیر و بد نگویند و نماز پس یک دیگر خوانند۔ اگر مولوی نور محمد بر توبة النصوح علی الدوام بماند بهتر والا اگر باز انکار اہل اللہ موصوف بر طریق وجودی باشند یا شهودی و دیگر مردم مسلمان را تکفیر و تفسیق و تذلیل و جواب سلام ندهد واجب التعزیر دانند که هر مسلمان را کافر گوید مستحق تعزیر است۔

در فتاوی عالمگیری: من قذف مسلما بیا فاسق وهو لیس بفاسق او ابن کافر او نصرانی الی ان عزر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث فی اصل الایمان الکف عن من قال لا

Marfat.com

إلا الا الله لا تكفره بذنب ولا تخرجه من
الاسلام بعمل الی آخره - رواه ابوداود فقط

کتبہ حکما محکما مرحمی بتاریخ ہفتم ذی الحج ۱۲۳۵ھ

ھو العزیز الولی الرحیم	عبداللہ بن امۃ اللہ ۱۲۲۲

نشان مہر شاہ عبدالعزیز دہلویؒ

یہ فیصلہ ۱۵ ستمبر ۱۸۲۰ء کا ہے۔ اس سے کچھ عرصہ کے لیے مخالف کی آندھیاں چلنی بند رہیں۔ مگر کچھ عرصہ بعد اچانک پھر مخالفت شروع ہوگئی اس بار مولوی صاحب موصوف نے اپنی تکفیر کی فہرست میں حضرات رومیؒ، جامیؒ اور مہمیؒ کے ساتھ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کو بھی شامل کر لیا۔[۹]

مسئلہ وحدت وجود ایک اختلافی مسئلہ ہے مگر بہر کیف ایک "مسئلہ" ہے جس کے انکار یا اقرار کو اساس ایمان قرار نہیں دیا جا سکتا۔" وجود

۹ روضۃ الرضوان ص ۹۸، نقیب الاولیا ۱۷

Marfat.com

مسئلو عقیقت الحقائق ہے" کا ترجمہ "ہر چیز خدا ہے" کر کے کفر کا فتویٰ لگا دینا خدمت اسلام نہیں - اس امر میں حضرت ہادی ہریانہ رح کے عقائد و تعلیمات کا ہم اگلے باب کے اخیر میں ذکر کریں گے - یہاں آپ کی ایک تصنیف عقائد عظیم سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ہنگامہ مخالفت برائے مخالفت کا پیدا کردہ تھا:

"مسئلہ: اور بعض کہتے ہیں کہ یہ تمام عالم ذات خدا کی ہے یا نیز کی ہے - تو کافر ہوا - کیونکہ خدا کی ذات بے عیب اور بے نقصان اور بے زوال ہے اور وہ چیزیں (یعنی عیب، نقصان اور زوال - ناقل) آدمی اور سب خلق میں موجود ہیں۔"

لیکن اس ایک مخالفت سے مولوی نور محمد صاحب کے تمام کام پر پانی نہیں پھر جاتا - اس محترم شخصیت نے ضلع حصار کی تحصیل فتح آباد میں لوگوں کو عامل شرع بنانے کے لیے بڑا ہی قابل قدر کام کیا - ایک لحاظ سے ان کے کام کو بھی حضرت شاہ محمد رمضان رح کی تحریک کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے - اس تحریک نے لوگوں کو اصلاحی کام کی ضرورت

ے فخر المطابع ایڈیشن ص ۱۹

Marfat.com

محسوس کرائی اور مولوی نور محمد صاحب نے تو تربیت ہی حضرت شاہ صاحب مہمی رح کے حلقہ درویشاں میں پائی تھی۔

Marfat.com

۷

تصانیف

ہادیِ ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمی رح کی بیشتر تصانیف اُردو کی ایک شاخ ہریانی زبان میں ہیں "لسانی حیثیت سے ہریانہ کا اطلاق اضلاع کرنال و دہلی و رہتک، جنوب مشرقی گوشہ علاقہ پٹیالہ، مشرقی علاقہ ضلع حصار پر نیز ریاستہائے نابھہ و جیند کے متفرق علاقہ پر جو رہتک و حصار کے مابین ہے کیا جا سکتا ہے جس کی حدود اربعہ حسب ذیل ہیں:

"مشرق میں حد فاصل دریائے جمنا ہے جو اسے یالائی دو آب سے متصل کرتا ہے۔ شمال میں ضلع انبالہ۔ جنوب میں ضلع گوڑگانواں مغرب میں ریاست پٹیالہ اور جنوب میں ضلع حصار۔ اس رقبہ میں وہ حصّہ جو ضلع کرنال و دہلی پر مشتمل ہے اور جمنا کے مشرقی کنارے پر واقع ہے کھادر کہلاتا ہے اور وہ علاقہ جو ریاست

Marfat.com

پٹیالہ میں نروانا سے شروع ہو کر جنوب میں جیند نظامت ضلع
رہتک اور نصف مشرقی نظامت دادری ریاست جیند۔ اور
نصف شمالی حصہ ریاست نابھہ واقع مغرب ریواڑی، بانگڑ
کے نام سے موسوم ہے۔ اس تمام علاقہ یعنی ہریانہ، کھادر اور
بانگڑ میں ایک ہی زبان بادنیٰ تغیر بولی جاتی ہے لیکن جغرافیائی
بنا پر اس کے دو نام ہو گئے ہیں یعنی ہریانہ میں ہریانی نام پسند
کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیساری اور دیسوالی بھی کہتے ہیں[۵]
اس وسیع علاقہ کی آبادی کا کم و بیش چھٹا حصہ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے
پاکستان آ گیا۔ یہاں جو زبان بولی جاتی ہے اس کی خصوصیات کی تفصیل
معلوم ہونے کے بعد ہی حضرت ہادیٔ ہریانہ رح کی تصانیف کی ادبی خوبیوں
کا اندازہ ہو سکتا ہے لیکن اس کے لیے ایک جداگانہ تصنیف درکار ہے
اور ہمارا ارادہ آپ کی تصانیف پر تبصرہ کرنا نہیں۔ ہم صرف تعارف پر
اکتفا کریں گے۔ یہاں اس قدر بتا دینا کافی ہے کہ آپ ہریانی زبان کے

---

۵ حافظ محمود شیرانی: مضمون "اردو کی ایک شاخ ہریانی" مطبوعہ اورینٹل کالج
میگزین لاہور نومبر ۱۹۳۱ء

Marfat.com

ممتاز ترین مصنف ہیں اور اس زبان میں آپ نے ہر دوسرے مصنف سے زیادہ لکھا ہے۔ آپ نے اس زبان کو ترقی دے کر اُس عہد کی اُردو کے قریب لانے میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔

موضوع کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی تحریروں میں نظری مباحث نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جو کچھ لکھا وہ لوگوں کی شب و روز کی عملی زندگی سے متعلق تھا یا صرف بنیادی عقائد کی درستی کے لیے تھا۔ اس طرح آپ نے اختلافی یا نظریاتی مناقشوں سے اپنے آپ کو دور رکھنے کی کوشش کی۔ اس کے باوجود ایک آدھ مرتبہ آپ کو غیر متعلق بحثوں میں الجھانے کی کوشش کی گئی۔ ایک فاضل اجل کے لیے جو قلم کا دھنی بھی ہو، کتنا مشکل ہے کہ وہ اظہار ذات کی خاطر اپنے علم کی نمائش نہ کرے؟ اور ہمیشہ عوام کی ذہنی سطح پر آکر کام کرے۔

آپ نے علاقہ ہریانہ کے مسلمانوں کے عقائد و اعمال، ان کی اقتصادی حالت اور ان کے طریق بود و باند میں جو انقلاب برپا کیا شاید اس کی ایک یہ وجہ بھی تھی کہ آپ نے تمام دنیا کے مسلمانوں کی اصلاح کا بیڑا نہیں اٹھایا بلکہ اپنے کام کو ہریانہ اور راجستھان تک محدود رکھا۔

Marfat.com

ہریانی زبان میں آپ کی تصانیف آپ کی حیات ہی میں قبولیت عام کا درجہ پا چکی تھیں۔ آپ کی شہادت کے بانویں سال بعد مصنف نقیب الاولیا لکھتے ہیں :

"آپ کی تصانیف کی قبولیتِ عام یہ بلا مبالغہ حال ہے کہ میوات، ہریانہ، سوتر، نواح دہلی غرض ملک کے ہر حصہ میں کوئی گھر خالی نہیں جہاں عقاید عظیم آخر گت، بلبل باغ نبی موجود نہ ہوں ..... اگر کسی گھر میں کوئی فرد بشر کوئی بدعت یا شریعت کے خلاف کام کرتا ہے تو گھر ہی والوں میں کے کتابوں کا حسب حال موقع کوئی شعر پڑھ کر سنا دیتا ہے"۔

ان کتابوں نے تحریک کو دیرپا بنا دیا۔ مگر ان کی زبان کی وجہ سے آپ کی شہرت متذکرہ علاقہ تک محدود رہی۔ گذشتہ ڈیڑھ دو صدی میں ہریانی زبان اس قدر تبدیل ہو گئی ہے کہ اب ہریانی زبان بولنے والے پاکستانی بھی آپ کی تصانیف کے حصہ نظم کو کما حقہٗ نہیں سمجھ سکتے۔ البتہ علاقہ ہریانہ میں اب دیوناگری رسم الخط اختیار کیا جا چکا ہے اور اسے زبان

ے نقیب الاولیاج ۲ دفتر ۲ ص ۱۸

Marfat.com

کی ترقی سمجھا جا رہا ہے کہ اس میں سے چن چن کر عربی و فارسی الفاظ نکال کر ان کی جگہ ایسے الفاظ لائے جائیں جو مدت پہلے متروک ہو چکے تھے۔ ایسے حالات میں آپ کے کلام کی دیوناگری رسم الخط میں اشاعت اسے پھر سے مفید بنا دیتی ہے۔ شاہ محمد رمضانؒ کے بہت سے شعر ٹھیٹ ہماری بین ہیں اور بہت سے پاکیزہ شعر ایسے بھی ہیں جو صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں ہیں بلکہ غیر مسلموں کی اصلاح کے خیال سے کہے گئے تھے۔ ہماری مسلمانوں کی نوخیز نسلوں کے لیے یہ دینی لٹریچر بڑا ہی مفید ہوگا۔

ہمیں آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف کا علم ہو سکا ہے:

(۱) عقائد عظیم

(۲) آخر گت

(۳) بلبل باغ نبی

(۴) رنگیلی

(۵) قصیدہ امالی: اس نام کے عربی قصیدہ کا ہریانی میں ترجمہ وشرح۔

(۶) وصیت نامہ

Marfat.com

(۷) ادب چھوکرہ

(۸) بوڑھی بیاض

(۹) فتاوی محمدی : ہریانی نظم میں

(۱۰) رسالہ رمضانی : علم فرائض پر

(۱۱) رسالہ برق لامع : ہریانی نثر میں

(۱۲) رسالہ رد روافض : ایک شیعہ عالم کے سوالات و اعتراضات
کا فارسی نثر میں جواب۔

ان میں سے پہلی چھ ہمارے پاس ہیں۔ جن سے ہم ابھی آپ کا تعارف کرائیں گے۔ ساتواں رسالہ "ادب چھوکرہ" شائع ہو چکا ہے۔ ہریانی نظم میں بچوں کو نصائح پر مشتمل ہے۔ آٹھ صفحے کا رسالہ ہے۔ ہمارے پاس بھی تھا۔ باقی پانچ کتابوں کے نام روضۃ الرضوان سے نقل کیے گئے ہیں۔ ان میں سے بوڑھی بیاض ایک ضخیم اور مفید کتاب بتائی جاتی ہے۔ آپ کے معتقدین میں سے کسی کے پاس ضرور ہوگی۔ علاوہ ازیں آپ کے لکھے ہوئے منظوم شجرے بزرگوں کی شان میں دو فارسی قصائد جداگانہ ہمارے پاس ہیں اور آپ کا ایک فارسی مکتوب اپنے مرشد حضرت شاہ غلام جیلانی رح کے نام نامی

سلوک میں شائع ہو چکا ہے۔

(۱) عقائدِ عظیم ؛ عقائد کے بارے میں ایک نہایت ہی مفید کتاب ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ صوفی کم اور فقیہ و مصلح زیادہ تھے۔ ان کے نزدیک پہلی چیز اتباع شریعت تھی۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری کے مجموعہ پیرزادہ کے نمبر ۶۸۳ ا پر ہے جس کی کتابت ہادی ہریانہ رح کے چھوٹے بھائی کے پوتے پیر فلاح الدین مرحوم نے ۱۹۰۰ء میں کی۔ کاتب خاں بہادر پیرزادہ مولوی محمد حسین عارف ایم اے پنجاب (۱۸۳ء) سی آئی ای کے برادر کلاں تھے۔ متذکرہ مجموعہ انہی پیرزادہ محمد حسین مرحوم کے نام پر ہے۔ اس سے بہت پہلے یہ کتاب سر سید احمد خان کے بھائی سید محمد خان کے مطبع سید المطابع دہلی سے شائع ہوئی۔ یہ دہلی کا پہلا مطبع تھا۔ اسی سے کتاب کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے دوسری مرتبہ مولانا محمد حسین آرام پوری نے فخر المطابع دہلی سے شائع کرائی۔ اسے مولوی مشتاق احمد مرحوم صدیقی الہمی (۱۸۵۷ - ۱۹۱۵) نے کئی طبع کرایا اور آخر میں ڈپٹی پیر محمد قاسم صدیقی الہمی (۱۸۷۹ - ۱۹۴۴ء) نے چودھری پریس رہتک میں طبع کرایا۔ یہ ایڈیشن ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہمارے

Marfat.com

پیش نظر فخر المطابع ایڈیشن ہے۔ آغاز اس طرح ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رب العالمین
والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ
واتباعہ اجمعین۔ اس پیچھے سن کہ یہ رسالہ ہے عقاید کے
مذکور ہیں۔ الٰہی اس میں جو حق ہو سو بلوائیو اور تو قبول کریو اور
اپنے مقبولوں کے دلوں میں قبول کروائیو اور جس چیز سے تو اور
تیرا دوست بیزار ہو اپنے فضل وکرم سے بچائیو۔ مسلمانوں سے
عرض ہے جو اس میں کچھ نقصان پاویں بتادیں اور بولی کی تکرار
نہ کریں کیونکہ یہ باہر کے لوگ جو عربی فارسی سے بہرہ نہیں
رکھتے ان کو سمجھانے کو ہے اور انھیں کی زبان میں لکھی گئی ہے
کہ آسانی سے سمجھ لیں اور نام اس رسالہ کا عقائد عظیم رکھا گیا
..... اور اس کے اکٹھے کرنے والے کا نام محمد رمضان ہے"

ایک اجاڑ ماحول میں ایسی میٹھی میٹھی سیدھی سادی باتیں کرنے والے
مصلح کی شخصیت کتنی پرکشش ہوگی۔ اب ہم اس کتاب سے چند اور
اقتباسات پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ آپ کس پایہ کے شارح

سکتے اور نہایت ہی دقیق مسائل کو جہلا کے کس طرح ذہن نشین کرایا کرتے تھے:

"عقیدہ مذہب اہل سنت و جماعت کا ہے: اللہ تعالےٰ ایک ہے۔ دلیل اُس کی یہ ہے کہ اگر دو ہوتے تو دو قدرت والے ہوتے یا ایک عاجز ہوتا۔ تو جو عاجز ہوتا وہ خدائی کے لائق نہ ہوتا۔ اور دو خدائی کے لائق تو ہو نہیں سکتے۔ مثلاً ایک شخص کو ایک کہتا کہ مر جا اور دوسرا کہتا کہ جیتا رہ۔ اگر دونوں کا کہنا نہ ہوتا تو دونو خدائی کے لائق نہ ہوتے اور جو ایک کا کہنا ہوتا تو دوسرا عاجز ہوتا۔ خدائی کے لائق نہ ہوتا۔ اور جو دونوں قدرت والے ہوتے تو ایک وقت میں اس کا مرنا بھی ہو سکتا اور جینا بھی اور حالانکہ یہ ہو نہیں سکتا"[۵]۔

مفسرانہ حیثیت ملاحظہ ہو:

"نکتہ: قریب کہتے ہیں نزدیک کو اور اقرب کہتے ہیں نزدیک تر کو۔ تو آدمی بعض قریب کو دیکھ سکتا ہے جیسے اپنے ہاتھ پاؤں کو اور بعض ایسی چیز نزدیک ہوتی ہے کہ سامنے آنکھ کے ہو

---

[۵] ص ۶

اور بینائی کو دکھائی نہ دے جیسے آنکھ کو آنکھ کی بینائی نہیں
دکھتی مگر قیاس سے کہ اور کی دیکھ کر اپنے اوپر قیاس کر لیا کہ
ہماری بھی ایسی ہی ہے اور جان اپنے قریب ہے اور دریافت
نہیں ہوتی اور پھر آپ فرماتے ہیں کہ ہم اس سے بھی نزدیک ہیں
تو دریافت کیونکر ہوئی[1]"

ہندی الاصل مسلمان رشتہ تلاش کرتے ہیں اپنے قدیم ہندوانہ
رسم و رواج پر سختی سے کاربند تھے:

"مسئلہ: جو کوئی آپس میں ناطے کرنے والوں کو طعن کر کر کے
کہے کہ کیا بری بات ہے کہ آپس میں بہن، بھانجی، پھوپی کو بیاہ
لیتے ہیں تو کافر ہوا۔ کیونکہ پیغمبر خدا کے کام کی اور کرے کی
اہانت کی[2]"

بعض صوفیا طریقت و شریعت کا مقابلہ کرکے شریعت کو ثانوی حیثیت
دے دیتے ہیں اور اس طرح اسلامی معاشرتی نظام کی جڑیں
کھوکھلی کرنے کا باعث بنتے ہیں:

---

[1] ص ۴۴ [2] ص ۵۲

"سوال : ولی کسے کہتے ہیں؟

جواب : صاحب شریعت آدمی کو جس کی چال پیغمبر کی شریعت پر ہووے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِن اَوْلیاءُ الّا المتقون یعنی دوست اُس کے نہیں ہوتے مگر متقی"[1]

بعض اوقات مصلحین کے اپنے کارکن جوشِ اصلاح میں ایسے کام کر بیٹھتے ہیں جن کا تحریک کی رفتار پر برا اثر پڑتا ہے۔ ہریانہ کے جنگجو ماحول میں نئے نئے پرجوش کارکنوں کو ہدایت فرماتے ہیں:

"سوال : کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں کسی کو نصیحت نہ کرنی ہو؟

جواب : وہ ہے کہ جہاں نصیحت کرنے سے لڑائی اور دنگا ہوتا ہو اور اپنے تئیں مقدور روکنے کا نہ ہو"[2]

۲- آخر گشت : ہریانی نظم میں حالات مابعد الموت کا بیان ہے۔ یہ وہ موضوع ہے جس میں آج کل کے مسلمانوں کی اکثریت کو کوئی دلچسپی نہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کے اتحاد فکر و عمل میں جمعیت آنے کا باعث اور اسلامی اخلاقی اقدار سے عدم توجہ زیادہ تر خوفِ آخرت کے فقدان سے ہوتی ہے ——— مولوی

---

[1] ص ۷۵ [2] ص ۱۱۱

رحمت اللہ کی رح کا قول ہے" آخر گت دیکھا کرو۔ اس وقت ایسی کتاب اور تالیف نہیں ہوئی"۔ یہ کتاب ۲۵۲۲ (دو ہزار پانچ سو بائیس) اشعار پر مشتمل ہے۔ تاریخ تکمیل ۱۲۲۱ھ ۱۸۰۶ء ہے جو اس کے نام سے نکلتی ہے:

آخر گت بین تاریخ ہے اس کتاب

ہے پھر آخرت نامہ نام کتاب

یہ کتاب بڑی ہی مقبول رہی ہے۔ کئی بار طبع ہوئی۔ پہلی دفعہ مصنف علیہ الرحمۃ کی شہادت کے چوبیس سال بعد ۱۲۶۴ھ ۱۸۴۸ء میں مطبع میرزائی دہلی میں چھپی۔ اس کے حاشیہ پر مولوی محمد علی صاحب کی آثار محشر ہے۔ جو اسی سے متاثر ہو کر لکھی گئی تھی۔ یہ مطبوعہ نسخہ ہمارے پیش نظر ہے۔ مجلس پریس دہلی کا ایک مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں ہے۔ ۱۸۸۵ء میں مطبع نامی دہلی نے بھی اسے طبع کیا۔ یہ کتاب دہلی سے مولوی مشتاق احمد صدیقی الملہمی نے اور پھر ان کے فرزند پیر غلام مصطفےٰ مرحوم نے ۱۹۴۹ء میں ملتان میں طبع کرا کے شائع کی۔ حضرت ہادئ ہریانہ رح کی صرف یہی کتاب ہے جو پاکستان میں طبع ہوئی۔ مولوی "محمد ساکن لکھوکی نے اس

ے روضتہ الرضوان ص ۷۰

کا ترجمہ بہ اضافۂ بعض مضامین پنجابی زبان میں کیا ہے۔" اس کے جستہ جستہ وہ شعر نقل کیے جاتے ہیں جن میں صاف زبان استعمال ہوئی ہے ۔

تری ذات ہے وحدہٗ لاشریک   میں دیدار تیرے کی چاہوں ہوں بے بیک
فضل اور کرم اپنے سے اے کریم   مجھے حکم اپنے کا کر تو علیم!

—

دعا یاں مرن کی کبھی تو نہ مانگ   کہ شاید کبھی ہووے نیکی کا سانگ

—

کوئی بے ادب طعن رب کو کرے   تو شیطان اس شخص کو جان لے
جو مجلس میں یہ ذکر کرنے لگے   اُسے دے اٹھا یا تو خود اُٹھ رہے

—

جو رکھیں ڈنگر اور گھوڑے، شتر   نہ کھانے، نہ دانے کا رکھیں فکر
بہت دیویں ناحق کوئی اُن کو مار   قیامت کو حق سیں کریں گے پکار
جلیں اس سبب آگ دوزخ اندر   مسلماں کرو عاقبت کی فکر

—

؎ حافظ محمود شیرانی: اورینٹل کالج لاہور میگزین فروری ۱۹۳۲ء ص ۲۸

پناہ تیری چاہوں ہوں اس علم سے   کہ جس سے نہ ہو فائدہ کچھ ہمیں

۳۔ بلبل باغ نبی : ہریانی نظم میں کم و بیش ساڑھے چار ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے آخیر میں تاریخ تکمیل ۱۳ رجب ۱۲۲۶ھ (۳۱ اگست ۱۸۱۱ء) دی ہوئی ہے:

سن ہوئے چھبیس بارہ سے اُوپر   ہجرت احمد نبی کی سن خیر
اتنے جب گذرے، ہوئی تھی یہ کتاب   ختم تب واللہ اعلم بالصواب
ماہ رجب تیروین، دن اتوار   جب ہوئی فضل خدا سیں یہ طیار

اصل نسخہ کے حاشیہ پر حضرت ہادی ہریانہ رحمۃ نے بعض اشعار کی شرح بھی تحریر فرمائی تھی جو بعد کے بعض قلمی نسخوں میں نقل بھی ہوئی اور بعد کے نسخوں اور مطبوعہ ایڈیشنوں میں نہیں پائی جاتی مگر نقیب الاولیا جلد دوم دفتر دوم مطبوعہ ۱۳۳۲ھ میں نقل ہوئی ہے۔ تشریح فارسی میں ہے۔ مصنّف علیہ الرحمۃ کی حیات میں ہی اس کتاب کا کم از کم ایک ایک قلمی نسخہ ہریانہ کے ہر اس گاؤں میں پایا جاتا تھا جہاں نماز با جماعت ہوتی تھی۔ ہمارے پاس حافظ غلام حیدر کا کتابت کردہ نسخہ ہے جس کی تکمیل عہد محمد اکبر شاہ بادشاہ (۱۸۰۶ - ۱۸۳۷ء) میں محلہ بائی واڑہ (شہر کا نام نہیں

لکھا) میں ہوئی۔ ایک قلمی نسخہ جس کے کاتب شاہ محمد رمضان رح کے بھتیجے مولوی محمد یعقوب صدیقی المہمی (۱۸۲۲ء - ۱۸۹۱ء) ہیں تھانہ بھون ضلع جہلم میں پیر رضا احمد صاحب صدیقی المہمی کے پاس بتایا جاتا ہے۔ ایک اور قلمی نسخہ ملتان میں حضرت قاری رضا صاحب حسن صدیقی الرہتکی ثم ملتانی کے پاس ہے اس کی کتابت ۱۹ شوال ۱۲۷۰ھ ۱۸۵۵ء کو شیخ امیر علی بن بشارت علی نے محلہ چشتیاں رہتک میں ختم کی۔ یہ کتاب بھی ایک سے زائد مرتبہ طبع ہو چکی ہے۔ ہمارے پاس اس مطبوعہ ایڈیشن کا ایک نسخہ ہے جو مولوی مشتاق احمد صاحب صدیقی المہمی نے ۱۲۳۵ھ میں مطبع مفید عام آگرہ سے طبع کرا کے شائع کرایا۔ اس ایڈیشن میں مصحح کی سہو نظر کی وجہ سے کئی شعر غلط چھپ گئے۔ سنگین غلطی صفحہ ۱۳۰ پر ہوئی۔ جہاں دو شعر غلط چھپنے سے مصنف علیہ الرحمۃ کا نسب نامہ غلط ہو گیا یعنی شیخ مبارک سے اوپر تین پشتوں کے نام محمد سلیمان کمال الدین اور غیاث الدین درج ہونے سے رہ گئے۔ مبادا یہ غلطی چلتی رہے اور [illegible] کے طور پر یہ ایڈیشن استعمال کیا جائے ہم قلمی نسخوں سے یہاں حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمی رح کا کرسی نامہ نقل کرتے ہیں۔ اس کی تصدیق اس خاندان کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نسب ناموں سے بھی ہوتی

ہے :

کرسی نامہ حضرت ہادی ہریانہ

نام اس احقر بنائی یہ کتاب — نام ہے رمضان[1]، محمد، ہل شتاب
وہ ہے بیٹا شیخ بیبو عبد العظیم[2] — وہ ہے بیٹا مولوی عبد الحکیم[3]
وہ ہے لطف اللہ[4]، عطا اللہ[5] کا — وہ ہے سیف اللہ[6] شیخ راہ کا
وہ ہوا بیٹا مبارک[7] با جمال — وہ ہوا بیٹا شلیمان[8] بن کمال[9]
وہ غیاث الدین[10]، ظہیر الدین[11] کا — وہ کبیر الدین[12] جو جھجر آکر بسا
وہ ہوا بیٹا قوام الدین[13] کا — آن کر جھجھر سیں رہتک بسا
شہر ہے جھجھر گرد سیستان — سیر کی تقریب آتے تھے وہاں
وہ حسام الدین[14]، نظام الدین[15] کا — وہ محی الدین[16]، علاؤ الدین[17] کا
وہ معین الدین[18]، کمال الدین[19] کا — وہ یمن سے سیستاں میں آ بسا
وہ امام الدین[20]، شمس الدین[21] کا — جو کہ شہر یمن میں آکر بسا
وہ حسام الدین[22] وہ احمد[23] کا پوت — وہ ہوا محمود[24] بن بوبکر[25] پوت
وہ جو ابراہیم[26]، اسماعیل[27] کا — وہ جو عبد اللہ[28] صاحب ڈیل کا

عبد الرحمن[29] کا ہوا بیٹا سنو
وہ ہوا بوبکر[30] کا صدیق جو

اس طرح حضرت ہادی ہریانہ رح سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی انتیسویں پشت سے تھے۔ مندرجہ بالا کرسی نامہ میں نمبر ۲۱ پر محی الدین نام آیا ہے ان کا دوسرا نام یا لقب فخر الدین تھا۔ اس کرسی نامہ کی اسناد ہماری تالیف قوام الانساب میں ملیں گی اور شاہ محمد رمضان رح کے آبا کا تذکرہ دوسری کتابوں کے علاوہ ہماری تالیف مآثر الاجداد میں ہوا ہے۔

کتاب ہیل بارغ بنی کے موضوعات راہ سلوک، مسائل فقہ، اخلاقیات، حقوق و فرائض، آداب محفل، شمائل النبی، اسمائے باری تعالیٰ وغیرہ ہیں آپ کی یہ تصنیف بھی بڑی مقبول رہی۔ دینی مسائل میں اب بھی بعض ہریانوی مسلم راجپوت اس کے اشعار سند کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ شرح اسمائے باری تعالیٰ میں بعض کی شرح وحدت وجودی طریق پر کی گئی ہے جن کے خلاف ضلع حصار کے ایک بزرگ مولوی نور محمد صاحب نے کتاب شہباز شریعت لکھی۔ شہباز کے جواب میں کئی کتابیں لکھی گئیں چنانچہ مولوی غلام کبریا کی صاحب نزادی نے رسالہ حجرہ لکھی۔ اسی سلسلہ کی ایک اور کتاب تیر رسول مولوی غلام رسول صاحب عالم پوری نے شائع کرائی اور خاں بہادر مظفر احمد فضلی نے بسمر نغ طبع کرائی۔

(۴) نگھیلی : ہریانی میں ایک سو نواسی اشعار پر مشتمل ہے۔ ہمارے پاس اس کے دو قلمی نسخے ہیں۔ شائع ہو چکی ہے مگر اس کا مطبوعہ ایڈیشن ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ نمونہ :

۵۵ چوتھی یہی ہے بات نیاری — روٹی کارن خلق بگاڑی

۵۶ فرق حلال حرام نہ جانے — منع کرے تو لیوے بہانے

۵۷ طلب علم و تقویٰ سی رہے — مولوی صاحب اوس کوں کہے

۵۸ دھرتی اُوپر کوئی نہ ہیّا — جس کا رزق نہ ہیں نے کیّا

۶۱ روٹی کارن احمدی، یتیم کو مت نیاگ
سر کے ساٹنھے اب ملیں تو بھی دھن دھن بھاگ

۶۲ بجم ایک اچنبا دیکھا — ڈاہ جلاوے ہر ہر لیکھا

۶۳ یہ جان وہ مال بڑائی — او ناہ ہو۔ مجھ ہوئے سوائی

---

۵۸ ہیّا : ذی روح، کیّا : کیا ۶۱ یتیم کو مت نیاگ : ہمدا کو نہ چھوڑ، ساٹنھے : بدلے۔ دھن دھن بھاگ : خوش قسمتی : نہال ہونا۔
۶۲ ڈاہ : حسد، ہر ہر لیکھا : تمام باتوں میں ۶۳ مال : فخر، بڑائی : بڑائی، او : وہ، ناہ : نہیں، سوائی : زیادہ

۷۹ مفتم بات یہ من ماں آئی — خلقت چاہے بہت بڑائی

۸۰ کوسے گرب کرے یہ مالا — کوئی سورا، کوئی کنبہ والا

۸۱ اللہ صاحب یوں فرمایا — سوئی، بڑا، مجھ پہنچانا

۸۲ وہی بڑا جن تقوے کیا — سب پر اسے بڑائی دیا

۸۳ جیسا تقوے جس نے کیا — ویسے چاہے بڑائی لیا

۸۴ سید، شیخ یا ہووے گولہ — جس گھر تقوے، سوئی اولی

۸۵ چھاڈ سبھی جب تقوی کیا — بات سا توں یہ تھی بھیا

۸۶ جو تجھ درجہ چاہیے راضی آپ اللہ
ذات بھانت کو بیچ کر تقوے لیے لساہ

(۵) قصیدۂ امالی : یہ عربی کے مشہور قصیدۂ امالی کا منظوم ترجمہ ہے۔ اور حضرت ہادئ ہریانہ رح کی ان چیزوں میں سے ہے جو بلا تکلف ہماری رسم الخط میں شائع کرائی جا سکتی ہیں۔ یہ عقائد عظیم کے ساتھ کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے ہندی نظم میں کل باون شعر ہیں۔ جن میں سے اکثر شعر اُردو دانوں کے لیے ناقابل فہم ہیں۔ مولوی محمد اصغر صدیقی الٰہی

---

۸۰ گرب : تکبر، سورا : بہادر ۸۶ لساہ : بسر کر

(۱۸۷۴-۱۹۳۹ء) نے اسی قصیدہ کا اُردو نظم میں کیا تھا جو ان کے غیر مطبوعہ مجموعۂ کلام "نعرۂ ابوالولا" میں پایا جاتا ہے۔ یہاں ہم اس قصیدہ کے صرف ابتائی چند شعر پیش کرتے ہیں۔ ترتیب یہ ہے کہ پہلے اصل عربی قصیدہ کا شعر ہے پھر شاہ محمد رمضانؒ کا ہندی ترجمہ اور آخر میں مولوی محمدؐ اصغر کا اُردو ترجمہ۔

۱

اله الخلق مولیا قدیم　　موصوف باوصاف الکمال

ہے اللہ سب خلق کا آد پوجاون ہار

سبھی گنو پورا سدا دھن و سرجن ہار

قدیمی ہے وہ معبود خلائق　　ہیں اسکے وصف کامل بالحقائق

۲

ہو الحی المدبر کل امر　　ہو الحق المقدر ذو الجلال

آد انت جیسے سدا کرے سبھو تدبیر

سچی طوطی بول دی جو کچھ ہے تقدیر

وہ زندہ کرتا ہے تدبیر سب کی　　وہ سچا خود ہے اور تقدیر اسکی

۳

مریدٌ الخیر والشر القبیح　　ولکن لیس یرضی بالمحال

بھلی بری سب پر گھٹی ٹھانی آپ خدا

بدیوں سے راضی نہیں نیکی ساتھ رضا

کہ خالق خیر و شر کا بھی وہی ہے　　ولیکن شر سے وہ ناراض ہی ہے

۴

صفات اللہ لیست عین ذات　　ولا غیر سواہ ذو انفصال

گُن تو ناہنہ گنونت ہے گنیا جدا نہ گن

آد انت پورا گنو باندھ اسی سے دھن

صفات حق نہیں ہیں عین اسکی　　نہ ہاں اس سے جدا اور غیر اسکی

۵

ولیس الاسم غیراً للمسمی　　لدی اہل البصیرۃ خیر آل

جدا ہوئے نہیں نام سے نامی لکھ دل بوجھ

نام لیے سے آ جڑے نامی کی چت سوجھ

جدا نامی سے نام اس کا نہیں ہے　　عقیدہ اہل سنت کا یہی ہے

۹

دماں جوہر ربّے وجسم ولاکل وبعض ذو استعمال

نہیں کسی رب بیچ جڑ ٹکانہ کسے ہو نال

کمی نہ سارا شکل دہڑوں وہموں پاک خیال

نہیں ہے جسم و جوہر حق تعالےٰ ہے جزو کل سے وہ بالکل نرالا

(۹) وصیت نامہ : ہریانی نظم میں ستّاون شعر ہیں۔ ہمارے پاس اس کے دو قلمی نسخے ہیں جن میں سے ایک کے کاتب محمد ابراہیم ولد میاں امام بخش ہیں اور تاریخ کتابت ۲۹ ربیع الاوّل ۱۲۶۱ھ ہے۔ فرائض و معاملات کے بارے میں اس نظم کو حضرت ہادی ہریانہ کی تعلیمات کا نچوڑ سمجھنا چاہیئے۔ یہ وصیت نامہ ہر مرید یاد رکھتا تھا اور اب بھی آپ کے سلسلہ کے منتسبین اسے یاد رکھتے ہیں۔ نمونہ

اے میاں صاحب سُنو تین جو بات ہیں ۵ بھولیوں ہرگز نہیں دن میں وکیا رات میں

ہو کوئی تجھ سے بڑا۔ دیوے جو تعلیم وہ ۶ لینے سے غافل نہ ہو۔ کان سے دل کے سُنو

دوسرے جو مرتبہ تیرا ہو جاوے بڑا ۷ ادب نہیں چھوڑیو خلق خدا اور خدا

کاڈھیو ہرگز نہیں دل سے کبھی رب کا ڈر ۸ حاضر و ناظر خدا۔ رات دناں رکھ نظر

آپ نے مقدور بھر چاہ نہ شہرت کبھی ۱۴ آفت ہے یہ بتی سی۔ شہرت [illegible] عزت

اس وصیت نامہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جتنی بھی نصائح ہیں حضرت ہادی ہریانہ رح تمام عمر خود ان پر عامل رہے۔ اس کے ہر شعر میں ان کی اپنی شخصیت کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہ وصیت نامہ ایسا نہیں کہ اسے گوشہ گمنامی میں پڑا رہنے دیا جائے۔ اب ڈیڑھ صدی پہلے ہریانی زبان میں اس قدر تغیر آچکا ہے کہ اس کے بعض شعر اب ہریانہ میں بھی ناقابل فہم ہیں۔ آپ کے نواسہ مولوی عبدالشکور (۱۸۳۳ - ۱۹۱۵ء) کے خلیفہ سید عطاالحق مدرس اینگلو عربک سکول دہلی نے بغیر ایزاد مضامین اسے ایک سو تیرہ شعروں میں اردو نظم کا جامہ پہنا کر ۱۹۱۴ء میں دہلی سے شائع کیا تھا۔ اس مطبوعہ نظم کا ایک نسخہ ہمارے پاس ہے۔ کچھ شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

تجھ کو دے تعلیم جو تیرا بڑا ... اس کو لینے سے نہ منہ کو موڑنا
خالق و مخلوق کا کیجو ادب ... تا ہو تجھ پہ او مزیادہ فضل رب
اپنے رتبہ پہ نہ اترانا کبھی ... ہے تواضع ہی نشانی بزرگ کی
دل میں رکھنا اپنے ہر دم خوف رب ... جان حاضر اور ناظر روز و شب

یا جماعت تم پڑھو دائم نماز — تاکہ ہو جائے در مقصود باز

ہو جو جاہل شرع سے باہر فقیر — مت بنانا اس کو ہرگز اپنا پیر

اپنی شہرت سے سدا کرتا حذر — ہے مصیبت اور آفت کا یہ گھر

نام کو اپنے چھپا جتنا بھی ہو — مت بنا قیدی کسی کو اپنے کو

مت بنا تکیہ مکان و خانقاہ — درد سر ہے مفت کا یہ خواہ مخواہ

اپنے سے غیروں کو مت سمجھو حقیر — کیونکہ یہ ہرگز نہیں شان فقیر

نہ پہن یو دے پرانے پارچات — کر حذر ریشم سے اے عالی صفات

امر بالمعروف تو جو کچھ کرے — ہے مناسب پہلے خود عامل بنے

مت مریدوں سے کبھی کر تو سوال — اپنے آقا ہی سے کہیو اپنا حال

تنگ کیجو مت مریدوں کو کبھی — جا کے بہر نذر و نیاز دنیوی

شیخ گر ملتا نہیں ہے متقی — اہل دل اور تابع فرماں نبی

کیوں ہوا ہے لغو اسموں کا اسیر — کیا نہیں کافی تجھے قرآن پیر

کیا نہیں کافی تجھے اس کی حدیث — بھاگتا تھا جس سے شیطان خبیث

کیا نہیں شافع تجھے کافی رسول — ڈھونڈتا ہے کیوں شفاعات فضول

کیا نبی اور کیا ولی اور کیا امام — کیا شہید راہ حق شیخ امام

الغرض ہیں جس قدر چھوٹے بڑے　　نفسی نفسی سب پکاریں گے کھڑے

سب اسی توشہ کی دیکھیں گے طرف

جس کو ہے الا بادنہ کا شرف

۸

سفرِ حج اور شہادت

۱۸۲۴ء میں آپ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے سات مخلصین کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ساحل سمندر تک کچھ سفر بہلی میں طے کیا کچھ پیدل۔ راستہ میں پڑنے والے ہر مقام پر آپ وعظ و تلقین فرماتے گئے۔ وسط ہند کے شہر مندسور میں کئی روز تک قیام رہا۔ ہر روز وعظ ہوتا اور لوگ جوق در جوق شرکت کرتے۔ کچھ بوہرے بھی آپ کے وعظ سے متاثر ہو گئے تو بوہرہ جماعت نے آپ کے جلسوں میں گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ حج کا دن قریب تھا اس لیے آپ جہاز پر سوار ہو گئے۔ جہاز میں بھی بدستور سلسلہ وعظ و تلقین جاری رہا۔ آپ کے گرد ہمیشہ ایک ہجوم لگا رہتا۔ حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ اقدس کے بعد آپ عازم ہندوستان ہوئے۔
حج سے واپسی پر مندسور میں آپ کا شاندار استقبال ہوا۔ آپ نے

مسجد میں قیام فرمایا۔ اس مسجد کے پاس کچھ بوہروں کے مکان تھے۔ منگل کے روز آپ اور آپ کے ہمراہی نماز کے بعد مسجد میں مراقب تھے اور معمولات و مشاغل میں مصروف تھے کہ بوہروں کی ایک جماعت شور و غل کرتی ہوئی مسجد میں آگھسی۔ اس وقت مسجد میں آپ کے پانچ ہمراہی حاجی رحمت خاں، حاجی گل محمد پٹھان، حاجی نور محمدؒ کا ہنوری، حاجی قمرالدین سکنہ دانگ ضلع حصار اور سید عبد الغفار تھے۔ نیز سید علی احمد کرنالی اور قاضی معین الدین مانڈل گڑھ والے اور پرتاپ گڑھ کے قاضی صاحب مصروف عبادت تھے۔ قاضی صاحب پرتاپ گڑھ پچاس آدمیوں کے ساتھ حضرت شاہ محمد رمضانؒ کو اپنے ہاں لے جانے کے لیے آئے تھے۔ یہ پچاس آدمی شہر میں کسی اور جگہ مقیم تھے۔

مسجد میں مقیم ان حضرات نے بوہرہ ہلڑ بازوں کو مسجد سے نکالنے کی کوشش کی۔ اسی اثنا میں ایک مسلح ٹولی نے مسجد پر ہلہ بول دیا۔ حاجی رحمت خاں نے بندوق اٹھائی اور شست باندھی ہی تھی کہ آپ نے روک دیا اور فرمایا کہ پہل کر کے ثواب گنواتے ہو۔ ان سے بندوق چھین لینا چاہی بندوق نیچے گر گئی اور اس کا کندہ ٹوٹ گیا۔ فوراً حملہ آوروں نے بندوقیں

چلا دیں ۔ اس پر اجازت لے کر حاجی رحمت خاں اور حاجی گل محمد خاں ولایتی تلواریں میان سے سونت کر اُٹھے ۔ سات آٹھ حملہ آوروں کو زخم آئے باقی نے راہ فرار اختیار کی ۔ یہ بوہرے ساتھ کے مکان پر چڑھ کر گولیاں برسانے لگے ۔ سب جاں نثاروں نے حضرت شاہ صاحب کو بیچ میں لے لیا کہ آپ پر آنچ نہ آئے ۔ اتنے میں بوہروں کی ایک مسلح جماعت مسجد کا دروازہ توڑ کر اندر آ گھسی ۔ یہ جمعیت بہت بڑی تھی ان میں چالیس تو زیدی عرب تھے جو نشانہ بازی میں مشہور تھے اور ایسے ہی موقعوں کے لیے تیار کیے گئے تھے ۔ دست بدست لڑائی میں تو کچھ دیر مقابلہ رہا ۔ آخر "شجر ولایت کے برگ و بار جھڑنے لگے ۔ سب سے پہلے حاجی رحمت خاں نے زیر ناف گولی کھائی اور شہید ہو کر زمین پر گر پڑے ۔ ان کے بعد قاضی معین الدین مانڈل گڑھ والے کی باری آئی ۔ پھر سید عبدالقادر نے جام شہادت نوش کیا ۔ بعد ازاں سید احمد علی صاحب جاں بحق تسلیم ہوئے حاجی گل محمدؒ صاحب کے دونوں پاؤں کٹ گئے اور حاجی نور محمد صاحب کے اوّل ایک کاری زخم تلوار کا لگا پھر ایک گولی ران میں ایسی لگی کہ بیتاب ہو کر گر پڑے ۔ حاجی قمر الدین اور قاضی جی پرتاپ گڈھ والے بھی سخت

مجروح ہوئے۔ قافلہ سالار حضرت شاہ محمد رمضانؒ ساتھیوں کی شہادت
سے پہلے ہی بازوؤں میں دو گولیاں کھا چکے تھے۔ اب ان بہادروں کے
شہید ہونے کے بعد دو گولیاں اور آپ کے سینہ مبارک میں آکر لگیں۔۔
۔۔۔۔ ایک گولی جبین مبارک میں ایسی آکر لگی کہ دماغ کو چیرتی ہوئی دوسری
جانب نکل گئی۔ آپ معاً سجدے میں گر پڑے اور طائر روح قفس عنصری
سے پرواز کر گیا۔[ف]

یہ واقعہ ۲۸ جمادی الاوّل ۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸ جنوری ۱۸۲۵ء کا
ہے۔ ابھی حملہ آوروں کا جوش انتقام ٹھنڈا نہ ہوا تھا۔ انھوں نے ہادیٔ برحق
کی نعش پر خنجر اور تلواروں کے پینتالیس زخم لگائے اور آپ کا معمولی سامان
اور قیمتی کتب خانہ لوٹ کر چلے گئے۔ شہید علیہ الرحمۃ کے باقی ماندہ ساتھی جو
ناکہ بندی کی وجہ سے نہ آسکے تھے اب مسجد میں آگئے۔ زخمیوں کو پانی پلایا
اور نعشوں پر آنسو بہا کر چادریں ڈال دیں۔

فوراً ہی ایک آدمی نیمچ چھاؤنی بھیجا گیا جہاں الگزانڈر کا رسالہ پڑا
ہوا تھا جس میں حضرت شہیدؒ کے معتقد ہر بانی سپاہی تھے۔ قاضی شہر

ف روضۃ الرضوان صفحات ۱۰۸ اور ۱۰۹

حاکم مندسور کے پاس اطلاع کے لیے گئے لیکن وہ پہلے ہی فتنہ پردازوں سے ملے ہوا تھا۔ لوگ افسوس کرتے ہوئے مسجد میں جمع ہو گئے اور پھر شہر میں ہر طرف فساد برپا ہو گیا۔ کرنل الگزانڈر نے فوراً فوج کا ایک دستہ مندسور بھیجا۔ قاضی شہر نے آپ کی نعش کو پالکی میں رکھا اور دوسرے شہدا کو چارپائیوں پر لٹایا۔ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد باقی شہدا تو وہیں دفن کر دیے گئے اور آپ کی نعش کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ چھاؤنی لے گئے۔ وہاں لکڑی کے تابوت میں رکھ کر چھ ماہ کی میعاد پر نعش مبارک سپرد خاک کر دی گئی۔

حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہی کے برادر اصغر شاہ محمد اسمٰعیل رح (شہید جنگ آزادی) چالیس معتقدین اور سولہ کہاروں کو ساتھ لے کر ۱۱ رمضان ۱۲۴۰ھ کو پہنچ گئے۔ ۵ شوال کو تابوت نکالا اور زخمی ہمراہیوں کو ساتھ لے کر یہ قافلہ مہم کو روانہ ہوا۔ راستہ میں ہر بستی کے لوگ جوق در جوق زیارت کو آتے اور ہر جگہ نماز جنازہ ادا کی جاتی۔ جب یہ قافلہ مہم پہنچا تو گردو نواح کے لوگ اور سارا قصبہ امنڈ پڑا۔ قصبہ کے باہر تمام رات نماز جنازہ ہوتی رہی۔ ۴ ذیقعد ۱۲۴۰ھ کو آپ سپرد خاک

کر دیے گئے۔

آپ کا مزار ہم میں ہے۔ مقبرہ ایک شاندار خانقاہ میں ہے جسے پہلے شیخ بہاول بخش تحصیلدار اور رئیس باول کا نٹھ نے سادہ بنوایا تھا پھر اس پر استر کاری جھجر کے سپہ سالار عبدالصمد خاں نے کرائی۔ اس وسیع خانقاہ کا فرش اردگرد کی زمین سے اوسطاً بیس فٹ بلند ہے۔

عرس

آپ کا عرس ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ جمادی الاول کو ہوا کرتا تھا۔ اس عرس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں صرف قرآن خوانی ہوتی تھی۔ بعض اوقات نعت خوانی بھی ہو جاتی تھی جس میں اس بات کا خیال رکھا جاتا کہ کوئی مشرکانہ بات نہ ہو۔ خواتین اور قوالوں کو عرس میں شرکت کی اجازت نہ تھی۔ خدا ترس اور نیک نفس سجادہ نشینوں نے اسے پرکشش اور منفعت بخش جگہ بنانے کے لیے کسی بدعت سیئہ کی ترویج نہ ہونے دی۔ آپ کا خاندان ایک صوفی منش خاندان تھا۔ مگر اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے آپ نے کسی کو بھی اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ آپ کی تعلیم تھی:

مت بنا تکیہ مکان و خانقاہ
درد سر ہے مفت کا یہ خواہ مخواہ

قطعاتِ تاریخِ شہادت

از منشی محمد حیات خاں رامپوری

زدنیا شاہ رمضاں شد چو راہی — بعالم گشت در ہر سو سیاہی
سروشِ غیب تاریخش بیاں کرد — "شہیدِ خاصِ مقبولِ الٰہی"
۱۲۸۰ ھ

از میاں ظہور علی صاحب ظہور

جنابِ شاہ رمضاں قطبِ آفاق — سراپا معرفت عرفاں مآبے
معزز شد بہ تشریفِ شہادت — بہ جنت رفت آں عالی جنابے
ظہور از بہرِ تاریخِ شہادت — خرد گفتا "خسوفِ آفتابے"
۱۲۸۰ ھ

از ابن الرحمٰن صدیقی

ولیِ و سالک و عالم محمد رمضاں
کہ بود مثلِ صحابہ معینِ دینِ متیں
چو کرد عزمِ جناں از برائے سالِ وصال
"برفت ہادیِ منزل شناس" گفت امیں
۱۲۸۰ ھ

اولاد

آپ کی شادی حضرت شاہ سلام اللہ صدیقی الھمی کی دختر سے ہوئی۔ شاہ سلام اللہؒ قلعہ معلیٰ دہلی میں شہزادیوں کی تعلیم پر مامور تھے اور اسی خانوادے کی شاخ مفتیان سے تھے۔ دو لڑکے ہوئے جن کا خورد سالی میں انتقال ہو گیا۔ تین لڑکیاں ہوئیں جن کی اولاد ہوئی۔ حضرت شاہ محمد رمضانؒ کے خاندان کے تقریباً ڈیڑھ ہزار افراد مہم اور رہتک سے ہجرت کرکے ۱۹۴۷ء میں پاکستان آگئے اور اب زیادہ تر کراچی، ملتان، لاہور اور راولپنڈی میں آباد ہیں۔

تبرکات

ہادیٔ ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضانؒ کی ذات سے لوگوں کو جو عقیدت تھی اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ آپ کی چھوڑی ہوئی ہر چیز کو تبرک سمجھ کر محفوظ کیا جاتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مگر اس مرد مومن کا اثاثہ ہی کیا تھا۔ ذاتی کتب خانہ اور چند ایک استعمال کی چیزیں جو سفر میں ساتھ رکھا کرتے تھے وہ سب آپ کو شہید کرکے لوٹ لی گئی تھیں کچھ اور چیزیں جو باقی بچ رہی تھیں ۱۹۴۷ء کے نذر ہو گئیں۔ آپ کا ایک رنگی قلمدان اور پہننے کے دو پارچات

پیرزادہ عبدالرشید صاحب صدیقی الہمی کے پاس ملتان میں محفوظ ہیں
آپ نے ملہمات جمال ہانسوی کی ۱۲۰۷ھ میں کتابت کی تھی یہ نسخہ
پیرزادہ شفیق احمد صاحب صدیقی الہمی کے پاس لاہور میں ہے۔ شاید
اور لوگوں کے پاس بھی بعض چیزیں بچ رہی ہوں ۔

ہمارے پاس پانچ کاغذ ایسے ہیں جن پر آپ کے دستخط ثبت ہیں
یہ کاغذات پنجم صفر ۱۲۲۰ھ، ۲۵ شوال ۱۲۲۰ھ، ۲۷ شوال ۱۲۲۷ھ
۲۵ شعبان ۱۲۲۹ھ اور ۲۹ رمضان ۱۲۳۲ھ کے ہیں۔ ان کاغذا
کو ہم نے کنز الآثار میں نقل کر دیا ہے۔

خلفا آپ کے خلفا میں سے ایک بزرگ شاہ محمد غوث گنگوہی تھے جو
سے حضرت ہادی ہریانوی کے بھتیجہ اور داماد مولوی شاہ عبدالغنی
الہمی کو خلافت ملی۔ آپ کی وفات کے بعد سجادہ نشینی کا سلسلہ شروع
ہو گیا چنانچہ ان کے بعد ان کے فرزند حافظ وزیر الدین اور پھر ان کے
بیٹے حافظ محمد قاسم (۱۸۷۱ - ۱۹۴۴ء) سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت
شاہ محمد رمضان کی خانقاہ کے ان متولیان اور سجادہ نشینوں کے
متعلق وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک پاکباز، زاہد

اور متقی تھا۔ اتنی عالی قدر ہستی کے سجادہ نشین ہونے کے باوجود ان میں سے کسی کی بھی مالی حالت بہت اچھی نہ تھی۔ ان میں سے کسی نے بھی ایک سے زیادہ شادی نہ کی اور کسی نے بھی خانقاہ کو بدعات کا اڈہ نہ بننے دیا۔

خلفا گو آپ کا نسبی سلسلہ نہ چلا مگر آپ کا روحانی فیض اب تک جاری ہے۔ آپ کے جن خلفا کے نام معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں:

(۱) مولوی شاہ محمدؒ غوث گنگوہیؒ: حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کی اولاد سے تھے اور شاہ عبدالکریم چشتی کے فرزند تھے۔

(۲) میاں شاہ پیر محمدؒ: موضع ملتانیاں نواح بٹھنڈا کے رہنے والے تھے۔ اوائل عمری میں موضع شیر خاں والا علاقہ پٹیالہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ سائیں رحمت شاہ ڈسکوی اور فتح محمد نابینا ایسے بزرگ آپ کے مرید تھے۔

(۳) مولوی خدا بخش ڈسکوی: آپ عسل پور کے رہنے والے تھے۔ سائیں رحمت شاہ کے والد تھے۔ ذات کے راجپوت۔ حافظ قرآن اور عالم باعمل تھے۔

(۴) میاں معصوم علی : نارنول علاقہ پٹیالہ میں مادر زاد عریاں پھرا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب حضرت ہادی ہریانہ رح وہاں تشریف لے گئے تو اس حال میں سامنے آ کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا "جا، کپڑے پہن ننگا مت پھر" اسی وقت حالت جذب سے ہوش میں آ گئے۔ انھوں نے انگریزوں کے ملازمین اور متوسلین کے ہاں کبھی کھانا نہیں کھایا۔

(۵) میاں عبداللہ شاہ درویش : جو ضلع منگالہ کے کاشتھ تھے۔ حضرت شہید رح کے ہاتھ پر مشرف با سلام ہوئے۔ صاحب نسب اور صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔ پہلے دہلی میں گلی شاہ تارا میں قبروں والی مسجد میں قیام رہا۔ پھر شاہ گنج میں فصیلوں کے قریب ایک چھپر بنا کر اس میں جا رہے۔ اس چھپر کی جگہ ایک پختہ مسجد بن گئی۔ ان کے مشہور خلفا میں میر اشرف علی، میر ہاشم علی دہلوی، حاجی نور محمد کا ہنوری اور میاں لال شاہ ریواڑی والے تھے۔

(۶) قاری محمد بیگ دہلوی : حضرت ہادی ہریانہ رح نے آپ کے علاوہ سلسلہ نقشبندیہ میں اور کسی کو بیعت نہیں کیا۔

(۷) حافظ محمد ضیا الدین : مولوی معین الدین نارنولی کے فرزند تھے۔ انھوں نے شاہ شہید جھمی کی وحدت وجود کی تعلیم پر ایک کتاب لکھی تھی۔

(۸) میاں منور شاہ لاہوری : پہلے ہندو سادھو تھے۔ ہادیؒ ہریانہؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔

(۹) میاں حاجی خدا بخش : سکنہ اہروال ضلع حصار

(۱۰) شیخ عظیم الدین صدیقی الجھمی : ان کا شجرہ نسب ساتویں پشت پر ہادیؒ ہریانہ رح سے ملتا ہے۔ اپنے خاندان کے یہ واحد بزرگ تھے، جنھیں آپ نے خلیفہ بنایا مگر انھیں کبھی تحریری سند خلافت نہ دی۔ انھوں نے حضرت شاہ محمد رمضانؒ کے حالات پر دو کتابیں لکھی تھیں۔ دونوں فارسی میں۔ ان میں سے پہلی کتاب صراط العرفان ضخیم تھی جو ہماری نظر سے نہیں گزری مگر اس سے مصنف دفتۃ الرضوان نے اپنی کتاب کے لیے حالات لیے۔ دوسری جو مختصر ہے اس کا نام انیس الاعتقاد ہے۔ اس کا مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی نسخہ ہمارے پاس ہے۔ ان کا سلسلہ نسب منقطع ہو چکا ہے۔

(۱۱) پیر امیر بخش : موضع بلیالی کے رہنے والے تھے۔

(۱۲) پیر جی شہاب الدین ساکن جھنجھنو

(۱۳) قاضی غلام محمدؒ فتح آبادی

(۱۴) میاں شاہ محمدؒ بودلہ سکنہ بگھڑ

(۱۵) میاں حاجی شاہ محمدؒ دلائتی

(۱۶) میر حیدر علی نارنولی

(۱۷) میاں امیر حسین علی

(۱۸) حافظ رحمت عرف چندو

(۱۹) حافظ مستقیم

(۲۰) حافظ قلندر بخش

(۲۱) قاری دیندار نابینا

(۲۲) مولوی احمد یار خاں فتح پوری

(۲۳) میاں جماعت علی شاہ

(۲۴) میاں جلال شاہ

کتابیات

۱- انیس الاعتقاد:

حضرت ہادیؒ ہریانہؒ کے حالات پر شیخ عظیم الدین صدیقی المہمیؒ متوفی ۱۸۶۳ء نے یہ مختصر فارسی رسالہ لکھا تھا۔ شائع نہیں ہوا مگر مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس کا قلمی نسخہ ہمارے پاس ہے۔ اس رسالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مصنف نے حضرت شاہ صاحب مہمیؒ کے حالات پر ایک تفصیلی کتاب صراط العرفان لکھی تھی۔ روضۃ الرضوان کا بڑا ماخذ یہی کتاب تھی۔

۲- نقیب الاولیا:

اس کے مصنف خاں بہادر پیرزادہ ڈپٹی مظفر احمد فضلی (۱۸۵۷ء-۱۹۳۰ء) صدیقی المہمی تھے۔ اس کی متعدد جلدیں شائع ہو چکی ہیں

ہمارے پاس اس کی جلد دوم کا دفتر دوم ہے جو ۱۹۱۴ء میں

طبع ہُوا۔ اُردو میں ہے۔

۳۔ روضۃ الرضوان موسوم بہ تذکرۃ الرمضان :

اس کتاب کے مصنف الحاج مولوی عبدالشکور صدیقی المہی

(۱۸۳۳ء - ۱۹۱۵ء) ہیں مگر اس کی تہذیب و اشاعت مصنف

کے مرید و خلیفہ مولوی سیّد ابو محمد عطا الحق مدرس علوم مشرقی

اینگلو عربک ہائی سکول دہلی نے کرائی۔ یہ کتاب مصنف کی وفات

کے دو ماہ بعد ۱۹۱۵ء میں دلّی پرنٹنگ ورکس دہلی میں طبع

ہوئی۔ ۱۹۲ صفحات یہ مطبوعہ نسخہ ہمارے پاس ہے۔ اُردو میں

ہے۔

۴۔ مآثر الاجداد :

راقم کی تصنیف ہے۔ حضرت ہادی ہریانہ رح کے خاندان کے

حالات پر ہے۔

۵۔ کنزالآثار :

حضرت ہادی ہریانہ کے خاندان سے متعلق شاہی فرامین اور

دوسری تین سو کے قریب قدیم تحریریں یکجا کر دی گئی ہیں۔ ترتیب راقم نے دی ہے۔

۶۔ حالات خواتین :

اُردو قلمی۔ صاحب روفتہ الرضوان مولوی عبدالشکور کی دختر عائشہ بیگم (۱۸۷۰-۱۹۵۲) کی تصنیف ہے۔ ہمارے پاس ہے۔ ۱۹۱۹ء تک لکھی گئی۔

۷۔ ہریانی زبان میں تالیفات :

مضمون حافظ محمود شیرانی مطبوعہ اورینٹل کالج میگزین لاہور نومبر ۱۹۳۰ء و فروری ۱۹۳۱ء

۸۔ امدادنی ماثرالاجداد :

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح

۹۔ تحفۃ الاخوان :

مصنفہ شیخ عبدالحق مطبوعہ مطبع فاروقی

۱۰۔ تاریخ عبرت افزا :

مرتبہ مرزا علی رضا مخزون مراد آبادی مطبوعہ برلاس پریس مراد آباد۔

۱۱۔ ڈسٹرکٹ گزیٹیئر۔ رہتک اور حصار (انگریزی)
۱۲۔ لوئی لائٹ آف دی مغلز (انگریزی) مصنفہ پرسیول سپئر
۱۳۔ حضرت ہادئ ہریانہ رح کی تصنیفات
۱۴۔ ہادئ ہریانہ رح کے خاندان کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ شجرے و نسب نامے
جس کو سامنے رکھ کر ہم نے اس خاندان کا نسب نامہ موسوم بہ
قوام الانساب ترتیب دیا ہے۔

حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمی قدس سرہ

ہادی ہریانہ

محمد رمضان شاہ

ترتیب و تہذیب

منظور الحق صدیقی ایم اے
استاد ریاضیات کیڈٹ کالج
حسن ابدال

آئینہ ادب۔ چوک مینار انارکلی لاہور